Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

جناب مرزا اسد اللہ خاں غالب صاحب
1797-1869

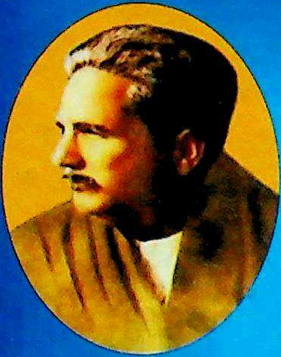

جناب علامہ اقبال صاحب
1877-1938

جناب برج نرائن چکبست صاحب
1882-1926

قلمی چھل پھل

جناب میر تقی میر صاحب
1723-1810

جناب فیض احمد فیض صاحب
1911-1984

مصنف

اوتار کرشن گنجو بھارتی سحر گاندربلی

جناب داغ دہلوی صاحب
1831-1905

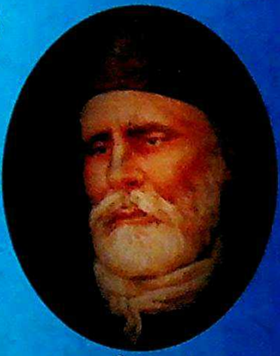

جناب مولانا خواجہ الطاف حسین حالی صاحب
1837-1914

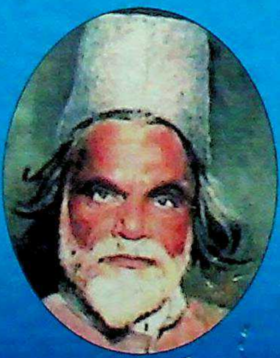

جناب جگر مراد آبادی صاحب
1893-1960

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation Chandigarh Funding by IKS-MoE-2025-Grant

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

G.M. College of Education
Raipur, Bantalab
Jammu
Acc. No. 9636
Dated 30.9.11

قلمی چہل پہل

مصنف

اوتار کرشن گنجو

بھارتی سحر گاندربلی

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

جملہ حقوق بحق منصف محفوظ ہیں

کتاب کا نام : قلمی چہل پہل

مصنف : اوتار کرشن گنجو، بھارتی سحر گاندربلی

سن اشاعت : 2011ء

قیمت : -/200روپئے

تعداد : 500

کمپوزنگ : مسعود احمد۔ جموں

مطبوعہ : جے۔ کے۔ آفسیٹ پریس دہلی

کتاب ملنے کا پتہ

یہ تصنیف ہفتہ وار انگریزی اخبار کے مدیر (ڈیمو) کے دفتر میں بھی دستیاب ہے۔ سرکاری رہائش رولر شیڈ متصل سینٹ پیٹر سکول بی سی روڈ جنرل بس اسٹینڈ جموں توی۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

خاص توجہ

میں نے یہ ساتویں کتاب کئی شاعروں کے اشعاروں کے تبصرے پر لکھی ہے۔ اسی لئے میں نے اس کتاب کا عنوان ''قلمی چہل پہل'' رکھا، کیونکہ جو کوئی بھی شاعر یا ادیب اپنا ادبی فن پارہ ادب نواز دوستوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور پڑھنے والوں کو کتاب کے پڑھنے سے دل میں چہل پہل سی پیدا ہوتی ہے اور پڑھتے پڑھتے ہم کو نئے نئے انداز کے ادبی فن پارے پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

اسی لئے اس کتاب کو مرتب کرنے کے بعد میں نے مناسب

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

سمجھا کہ اس کتاب کا عنوان ''قلمی چہل پہل'' ہی مرتب کیا۔ اسی لئے یہ کتاب بھی ادبی ماحول کیلئے اور ادب نواز دوستوں کے لئے ایک ادبی فن پارہ تصور کیا جائے گا۔ میں قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان حکومتِ ہند کے محکمے کو شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے اس کتاب کو چھاپنے کیلئے مالی تعاون مہیا کی۔

07/01/2011

اوتار کرشن گنجو

بھارتی سحر گاندربلی

۱۲/جنوری ۲۰۱۱ء

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

فہرست

۱. چند اہل قلم پر تنقید و تبصرہ ۷

۲. مرزا اسد اللہ خان غالب اور

مختلف دوروں میں مختلف جرائم ۹۸

۳. کیا غزل کو

نظم میں مرتب کر سکتے ہیں........... ۱۰۴

۴. کیا علی سکندر جگر مراد آبادی کی

غزل کو ہم تحریک ہند کیساتھ جوڑ سکتے ہیں ۱۱۱

۵. خواجہ الطاف حسین حالی کا

قلم اپنے پیشے کے ساتھ ۱۱۹

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

٦. میر کی غزل بطورِ افسانہ ۱۲۵

۷. غالب کی غزلوں میں

قوم کی ترجمانی ۱۳۴

۸. پنڈت برج نرائن چکبست کے

نظموں میں علامہ اقبالؒ کا اثر ۱۴۰

۹. علامہ اقبالؒ اور مرزا اسد اللہ خان غالب کی

شاعری میں اتفاقاً انقلاب پایا جاتا ہے ۱۵۲

۱۰. ایک لفظ پر مختلف اشعار ۱۶۳

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

چند اہلِ قلم پر تنقید و تبصرہ

ادیبوں کی حوصلہ افزائی کرنی پڑتی ہے لیکن ساتھ ساتھ ادیبوں کے بارے میں بھی تبصرہ لکھنے اور ان کے قلمی نسخے پڑھنے سے بھی ہمیں اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ مختلف دَوروں میں دانش وروں کے ساتھ کن کن باتوں پر اذیتیں پہنچائی گئیں، پھر بھی ان کے قلم کا وقار رکھ کر کے یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ اچھائی، سچائی لگے اور دانش وروں کے لہجے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

اگر چہ اس دور میں کئی دانشوروں کے ساتھ مختلف اذیتیں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

پہنچائی گئی ہیں، لیکن ہر ایک دانشور ایک ہی درجہ کے قلم سے تسلیم کرتے کیونکہ ہر ایک نے ادبی خدمات انجام دی ہیں۔

دانشوروں کے قلمکار زیادہ سے زیادہ تعداد میں احترام کیے جاتے ہیں، لیکن ان قلمکاروں میں سے کئی قلمکار شہرت کی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں اور اسی طرح سے بہت سے قسم کے اس دنیا میں ہُنر رکھنے والے یا ہُنر کو حاصل کرنے والے اپنے ہُنر کا کمال دکھا کر ملک میں مقبولیت حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ان میں سے چند اپنی مشہوری تاریخ دانوں کے بحث ومباحثے میں حاصل کر کے تاریخ میں اپنا نام پا کر تاریخ کے سنہرے ورقوں میں احترام کا ذکر پا کر تاریخ کے سنہرے اوراق میں پڑھتے ہیں۔

اس بحث ومباحثے کے بارے میں وثوق سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاعر ادیب اپنے قلم سے اپنے طریقے سے اپنے ہُنر کو

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

سجا کر پڑھنے والوں کے لئے حاضر رکھتے ہیں۔

لیکن اگرچہ ہم غور سے تحقیق کریں گے اور اس بات کا ذکر کریں گے کہ شاعر نے کس انداز میں یہ غزل لکھی ہے۔ شاعر کا خیال کس موضوع پر یا موضوع بحث پر رہا ہے۔ اس بات کا محقق صحیح انداز میں اور صحیح طور طریقے سے بیان نہیں کر سکتے ہیں جیسے کہ میر تقی میرؔ کی غزل جو کہ مندرجہ ذیل اشعار میں بیان کرتا ہوں:۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غزل

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

بار بار اُس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

مَیں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اُسی خانہ خراب کی سی ہے

ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

میر تقی میرؔ غزل کے شعر میں یہ بیان کرر ہے ہیں کہ انسان کی زندگی پانی کے بلبلے کی طرح دھوکا دے رہی ہے۔

اسی طرح سے دوسرے شعر میں یہ بیان کرر ہے ہیں کہ میرے محبوب کے ہونٹ نازک ہیں اور اس ہونٹ کو گلاب کی طرح نرم و نازک گلاب کی پنکھڑی سے وابستہ کرنا۔

اور غزل کے تیسرے شعر میں یہ بیان کرتے ہیں کہ میں محبوب کے دروازے پر جاکر اُس سے ملنے کے لیے خواہش مند ہوں۔ میرا دل بے چین سا ہو رہا ہے اور اس بے چینی کی وجہ سے مَیں اس کے دروازے پر حاضر ہوتا ہوں۔

میر تقی میرؔ کے چوتھے شعر میں یہ بیان ہوتا ہے کہ محبوب کی ملنساری کے لیے اور اُس کی فرقت کی وجہ سے اس کی زندگی برباد ہو چکی ہے۔ اسی لئے میں کچھ نہیں بول سکتا اور اپنی آواز کے ذریعہ ایسا بربادی کا صدمہ بیان کرتا ہوں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

اور آخر میں غزل کی مقطع میں میؔر بیان کرتے ہیں کہ محبوب کی کھلی آنکھوں سے دھوکا اور فریب کی بُو محسوس کرتا ہوں اور ان آنکھوں کو شراب کے پیالے سے وابستہ کرتا ہوں۔ یہ میر تقی میؔر کو نشہ آور جیسی محسوس ہوتی ہے۔

اگر چہ ہم اس غزل کو معشوق کے طرزِ بیان کے ساتھ وابستہ نہیں کریں گے لیکن غزل میں ہمیشہ سے ہمارا ذکر معشوق کے ساتھ ہی وابستہ اور منسلک کیا کرتے ہیں۔

مَیں اپنے خیال کے مطابق یہ کہتا ہوں کہ اس غزل کو نظم کے ساتھ وابستگی کا نچوڑ قرار دیا جا سکتا ہے۔

مطلب یہ کہ ایک چور جب کسی کمرے میں گھس جاتا ہے تو کمرے میں گھسنے سے پہلے اُس کا سارا جسم ڈر سے پسینے میں بھیگ جاتا ہے۔

اسی طرح میر تقی میؔر صاحب کی غزل کے مطلع کو آپ غور

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

سے پڑھیے، آپ کو یہ ضرور محسوس ہو جائے گا کہ غزل کے مطلع کا مفہوم اس طرح سے اپنے خیالات کے ذریعے سے اس طریقے کا مفہوم بیان کرتا ہوں۔ ایک چور جب کسی کمرے میں گھس جاتا ہے تو وہاں پر گھسنے سے پہلے وہ آدمیوں کی شناخت اس انداز سے کرتا ہے کہ وہ یہ محسوس نہ کریں کہ کوئی ان کے کمرے میں گھسا ہے۔

کئی شناختی نمائش کے انداز میں اپنے اپنے کمروں میں بے خبر سوے ہوتے ہیں۔ اور چور یہ سوچ رہا ہے کہ انہیں مجھ سے دھوکا ضرور لگ جائے گا۔

لیکن کمرے میں گھستے وقت ان پیسوں کو دیکھ کر اور ان کو دھوکا دینے پر اس کے تمام جسم میں پانی کے بلبلے محسوس ہوتے ہیں۔ تبھی تو میرے خیال میں اس غزل کے مطلع میں میر صاحب فرما رہے ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ملاحظہ کیجئے

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

اب دوسرے شعر کے مطلب و مفہوم کو اسی طرح بیان کرتا ہوں اور اپنے خیالات یوں بیان کرتا ہوں کہ جب چور کمرے میں گھس گیا تو اس کمرے میں کوئی سویا ہوا ہے۔

چور اپنے خیالات اس آدمی پر یوں بیان کرتا ہے کہ وہ چوری کرنے سے پہلے جو آدمی سویا ہوا ہے لیکن نقب کرتے وقت اس کی جاگ محسوس نہیں ہونی چاہیئے اور اس سوئے آدمی پر اپنا تذکرہ بیان کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اس کے ہونٹ نازک سے ہیں اور نرم و نازک گلاب کی پنکھڑی اس کے ہونٹ کو محسوس ہوتی ہے۔ تبھی تو میرے خیال میں میر تقی میر صاحب نے فرمایا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

نازکی اس کے لب کی کیا کہیئے!
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

اب تیسرے شعر کی تشبیہ میں اپنے خیال سے اور اپنے تاثرات کہ جب چور نے اس آدمی کو نیند کرتے پایا اور ڈر کے مارے کسی چیز پر کمرے میں ہاتھ نہیں لگایا اور کمرے کے دروازے کے اندر یہ کہہ رہا ہے کہ چوری کرنے کا خیال آتا ہے لیکن بے چینی اس بات کی ہے کہ جو آدمی سویا ہوا ہے جس کے ہونٹ نرم و نازک گلاب کی پنکھڑی کی طرح ہے وہ نہ جاگے اور جو کہہ رہا ہے فاش ہو جائے گا۔

تبھی تو میر تقی میر صاحب نے میرے خیال میں اب تیسرے شعر میں فرمایا ہے

بار ہا اس کے در پہ جاتا ہوں!
حالت اب اضطراب کی سی ہے!

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

میر تقی میر صاحب کے چوتھے شعر میں اس بات کا نچوڑ آ سکتا ہے کہ جب چور کمرے میں بیٹھا ہے اور وہ دروازے کے پاس اپنی حاضری دے رہا ہے لیکن ڈر کے مارے چوری نہیں کر سکتا اور اپنے آپ سے یہ خیال کر رہا ہے اور اپنے آپ میں یہ سوچ رہا ہے کہ اگر چہ میں چوری کروں اور جو گھر والے محو خواب ہیں اور جس کے ہونٹ نرم و نازک گلاب کی پنکھڑی کی طرح ہے، وہ میری آواز سے برباد ہو سکتا ہے۔

تبھی تو میرے خیال میں میر تقی میر صاحب نے غزل کے چوتھے شعر میں یہ بیان کیا ہے۔

میں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اُس خانہ خراب کی سی ہے

اب اس غزل کے مقطع کو میر صاحب نے خود مان لیا ہے کہ جب محبوب کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو مجھ پر نشہ سا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

چھانے لگتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں اور شراب کے پیالے
میں کوئی فرق محسوس ہی نہیں ہوتا۔

اب میرے خیال میں غزل کے مقطع میں یہ بات بیان
کرنا چاہا ہے کہ جب شاعر نے کسی کمرے میں چور کو دیکھا اور
دروازے پر حاضری دے رہا ہے اور چوری نہیں کرسکتا۔ اس
کو یہ ڈر ہے کہ جو آدمی کمرے میں سویا ہے اس کی جاگ سے
وہ پکڑا جا سکتا ہے۔ اس کی نیند پر اپنے تاثرات بیان کر رہا
ہے اور اس کی نیند پر میرے خیال میں یہ کہہ رہا ہے کہ اس کی
آنکھوں میں اتنی مستی ہے جیسے لگتا ہے کہ جاگا ہوا ہے۔ جس طرح
کہ کوئی شرابی شراب پی کر اور کھلی آنکھیں دیکھ کر اپنے آپ کو کم
ہمت والا آدمی محسوس کرتا ہے۔

تبھی تو میرے خیال میں میر تقی میر صاحب غزل کے مقطع
پر یہ بیان کرتے ہیں۔ شعر ملاحظہ ہو

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

میر ان نیم باز آنکھوں میں

ساری مستی شراب کی سی ہے

لہٰذا میرے خیال میں کیوں نہ ہم اُس غزل کو نظم کی صورت میں بھی پیش کر سکتے ہیں اور میر تقی میرؔ صاحب کی اس غزل کو نظم میں تبدیل کر کے اس نظم کا عنوان یوں رکھیں :۔

''نصف تعریف''

اسی طرح سے ہم کئی غزلیں مختلف مختلف دور میں مختلف مختلف شاعروں کو پڑھتے ہیں لیکن ہمیشہ ہم غزل کو معشوق کے ساتھ باتیں کرتے اور تشبیہ دیے کے کہتے ہیں ۔اس طریقے سے غزل کے مفہوم بیان کرتے ہیں۔

اگر چہ ہم غور سے اور گہرے انداز سے بہت سے شاعروں کے متعلق جنہوں نے غزلیں لکھی ہیں اور ان غزلوں کی تشبیہ بیان کریں گے لیکن ادب برائے ادب تسلیم نہیں کریں گے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کسی غزل کو ہم نظم میں مرتب کر کے بیان کر سکتے ہیں، لیکن ادب نواز دوست اس بات پر ضرور غور کریں گے اور اسے تسلیم بھی کریں گے کہ کسی غزل کو نظم کی صورت میں مرتب کرنے پر حیران ہو سکتے ہیں اور اس تحقیق پر محقق کو آفریں کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں۔

آج تک ہم نے تعلیمی معیار میں غزل کا مفہوم نظم کے مفہوم کے ساتھ وابستہ نہیں کیا۔

تعلیمی ماہرین غزل کی تشبیہ مجموعہ کے نچوڑ کے ساتھ ہی بیان کرتے ہیں لیکن کئی محقق اپنی اپنی تحقیق اپنے طور طریقے سے بحیثیت محقق بیان کر سکتے ہیں جیسے کہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غزل

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدّعا کیا ہے

ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا
اور درویش کی صدا کیا ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

جان تم پر نثار کرتا ہوں

میں نہیں جانتا خدا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ

مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے

مرزا اسداللہ خاں غالبؔ نے اس غزل میں یہ فرماتے ہیں کہ معشوق کا ہجر میں دل تڑپتا ہے اور اس دل کے تڑپنے پر شاعر بے قرار ہوتا ہے۔ اسی طرح سے دوسرے شعر میں بیان کرتے ہیں کہ میں معشوق کے حسن کو یا اُس کے جلوے پر، مطلب یہ کہ تعریف کرنے پر کچھ بھی نہیں بول سکتا۔

اس لئے کہ میں یہ خواہش کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتا ہوں۔

تیسرے شعر میں غالبؔ صاحب یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اُن کی وفا پر بہت سی اُمیدیں ہیں لیکن انہیں وفا کی اُمید اُن میں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

نہیں پائی جاتی ہے پھر بھی میں اُن سے وفا کی اُمید کا دامن نہیں چھوڑ سکتا۔

چوتھے شعر میں غالبؔ صاحب فرماتے ہیں کہ جب کہ ہم کسی درویش کو دو چار آنے سے یا دو چار روپیوں سے خوش کرتے ہیں اور وہ اس خوشی کے عالم میں خیرات دینے والوں کو دعا کر کے یہ کہہ رہا ہے کہ تیرا بھی بھلا ہو اور تیرے ساتھ ساتھ میرا بھی بھلا ہو۔

پانچویں شعر میں غالبؔ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ معشوق کو اپنا دل حاضر و ناظر رکھ کر ان کے پاس جانے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن اس دل کو دینے کے باوجود کسی دعا کی اُمید پر یقین نہیں رکھتا ہے۔

لیکن یہ بے کار بھی سمجھتا ہوں کہ جس دل کی کوئی قیمت نہ ہو وہ دل بھی کیا دل ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

اب غالبؔ صاحب اپنی غزل کے مقطع میں فرما رہے ہیں
کہ وہ جانتا ہے کہ دِل دینے کی قیمت رہی ہی نہیں یہ وہ شئے
ہے جو مفت ہی ہاتھ آتی ہے اور مفت ہی جاتی ہے۔

صرف اچھے کام یہاں پر ہوں گے تو لوگ اسے دہرائیں
گے، لیکن پھر بھی اس کے باوجود سب کچھ چھوڑ کر اس دُنیائے
فانی سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔

یہ جو غالبؔ صاحب کے شعروں کا مطلب اور مفہوم لکھا
یہ تعلیمی اداروں میں استاد اپنے شاگردوں کو اس طریقے
سے غزل کا مطلب اور غزل کے شعروں کا مطلب بیان
کرتے ہیں۔

اگرچہ اس غزل کا مطلب صحیح طور طریقے سے تحقیق پر
تحقیق کر کے اس کا مفہوم اخذ کیا۔

میرے خیال میں اس غزل کا تصور معشوق کے ساتھ تشبیہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

دے کر بیان کروں۔ میرے خیال میں یہ نظم مرتب ہو سکتی ہے اور اس نظم کو میرے خیال میں میرے ادیب دوست اسے ضرور تسلیم کریں گے۔

جیسے کہ ہم اس غزل کے مطلع کو پہلے غور سے پڑھ کر اس کا نچوڑ نکال سکتے ہیں:۔

دلِ ناداں تجھے ہُوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

جب ہم گہرے انداز سے سوچیں گے اور اس بات کو تسلیم کریں گے کہ دل ودماغ کی وابستگی ایک دوسرے کے ساتھ مشابہ ہے۔

۔ کبھی ہمارا دماغ کسی کام کو کرنے پر ہمیں اصرار کرتا ہے اور دل اُس کام کو نبھانے کیلئے مجبور بھی کرتا ہے۔

ان دو نچوڑوں سے یہ دل ناداں مسّرت انگیز ہوتا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

جب دلِ نادان، نادان بن بیٹھا تو انسان درد میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس درد کی دَوا ڈھونڈنے میں مصروف ہوتا ہے تاکہ دلِ ناداں کا کچھ بھلا ہو جائے۔

یہ نادانی بہت سے وجوہات پر ظاہر ہو سکتی ہے لیکن انسان ہر ایک کام پوشیدہ رکھنے کی ترکیب سوچتا ہے۔ تبھی تو غالبؔ صاحب اپنی غزل کے مطلع میں فرماتے ہیں:۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس دَرد کی دِوا کیا ہے

غالبؔ صاحب نے اپنی غزل کے دوسرے شعر میں اس دلِ ناداں کو جوڑا ہے چونکہ جب اس کی دَوا ہی نہیں ملتی اور پوشیدہ رہ کر خود بخود کہنے لگا کہ زبان ہے میرے پاس یہ کہہ سکتا ہوں کسی کو میں اپنے درد بیان نہیں کر سکتا۔ جب میں دردکو بیان کروں تو میرا وہ پوشیدہ راز فاش ہو جائے گا اور میرا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

دل جو نادان ہے وہ اپنی اقرار کی قوت میں پھر سے نمودار ہو سکتا ہے۔ تبھی غالبؔ صاحب فرماتے ہیں:۔

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

تیسرے شعر میں شاعر یہ خود مانتا ہے کہ نادان دل مطلب سکونِ دل نہیں ہے اور جب دل سکون میں نہیں ہے تو میں اس کا ذکر نہیں کر سکتا اور بے چینی میں زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ جس سے بے چینی بڑھتی جاتی ہے۔

اور اس بے چینی کا وہ وفادار بن بیٹھا ہے۔ اسلئے اس مرض کو نہ کہنے کی وجہ سے اور بیان نہ کرنے کی وجہ سے دل پر کیا گزرتی ہے شاعر اپنے شعر میں بیان کیا ہے:۔

ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

چوتھے شعر میں خود شاعر یہ تسلیم کرتا ہے اگر چہ میں پوشیدہ درد کا ذکر کروں تو ضرور کوئی نہ کوئی علاج فراہم ہوگا۔

جیسے کہ کسی فقیر یا درویش کو زکوٰۃ دیتے ہیں۔ مطلب اسے خوش رکھتے ہیں۔ جب وہ خوش ہوتا ہے تو ہمیں دعا دے کر یہ کہتا ہے کہ اُس کا بھی بھلا ہو جائے اور میرا بھی بھلا ہو جائے۔

اسی لئے شاعر اس چوتھے شعر میں فرماتے ہیں:۔

ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا
اور درویش کی صدا کیا ہے

پانچویں شعر میں شاعر پوشیدہ درد کو بیان کرنے پر رضامند نہیں ہوتا ہے اگر چہ میں درویش کو کیوں درد کا علاج بتاؤں۔ ورنہ راز کا پردہ فاش ہو کر اس دنیا میں بے لطف ہو جاتا ہے، کیوں کہ میں نے اس پوشیدہ راز کے لئے اپنی زندگی نچھاور کی ہے اسی لئے میں اپنا پوشیدہ درد بیان نہیں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

کروں گا۔تب ہی شاعر فرماتے ہیں:۔

جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا دُعا کیا ہے

خود شاعر اس غزل میں اس کے مقطع میں فرماتے ہیں کہ میں اس کا نادان پن قائم اور دائم ہے۔اگرچہ اس نادان پن سے درد محسوس ہوتا ہے اور اس کی دَوا بھی ملتی ۔میں اس پوشیدہ دَرد کو قائم اور دائم رکھ کر اس بات کا تصوّر کرتا ہوں کہ مجھے اس دُنیا سے خالی ہاتھ رکھ کر رخصت پذیر ہونا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ
مُفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے

اب ادب نواز دوستوں کو ماننا پڑے گا کہ اس غزل کو ہم نظم میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں، کئی قسم کے عنوان، کئی ادیب مرتب

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کر سکتے ہیں اور اس غزل کو غزل مسلسل کے طرز پر بھی تسلیم کرنا ہے۔

میں اس شاعر کی غزل کو نظم میں جب مرتب کروں گا تو میرا عنوان یہ رہے گا ''شکوۂ درد'' ......

اب کئی دوست ادیب اور نقاد یہ تسلیم نہیں کریں گے کہ غزل، نظم کی صورت میں ڈھالنا مناسب نہیں ہے۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ خیال الگ الگ اور تحقیق الگ الگ، لیکن مرزا اسداللہ خاں غالبؔ کی اس غزل کو آج کل کے دہشت گردی کے خلاف بھی وابستہ کر سکتے ہیں جیسے کہ اس غزل کے مطلع میں غالبؔ فرماتے ہیں:۔

دلِ ناداں تجھے ہُوا کیا ہے
آخر اس دَرد کی دَوا کیا ہے

مطلب یہ کہ جب ہم اخباروں میں اور دُنیا کے کئی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

رسالوں میں پڑھتے ہیں کہ آج کئی جانیں تلف ہوئیں تو دل خوف و دہشت سے لرز جاتا ہے۔

جب کوئی ایسی قسم کی حرکت اس دُنیا میں کرتا ہے اور اس حرکت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد وہ شخص خود بخود محسوس کرتا ہے جبکہ اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کئی جانیں جاں بحق ہوگئیں اور یہ سُن کر اور سوچ کر کہہ رہا ہے کہ یہ دل دلِ نادان بن بیٹھا کیوں کہ مجھے کسی لالچ کی وجہ سے دلِ نادان بن بیٹھا۔

اسی لئے اس نادان پن کو ختم کرنے کے لئے یہی ایک دَوا تھی جو کہ میں نے استعمال کیا۔ اسی لئے شاعر کا نچوڑ مطلع کے ساتھ ملتا ہے:۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دَوا کیا ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دوسرے شعر میں اگر ہم گہرے انداز سے آج کل کے ان الم ناک واقعے کے ساتھ وابستہ کریں تو واقعی بم کے پھینکنے والا اور امن کو درہم برہم کرنے والا یہ محسوس کرتا ہے کہ مجھے اپنے دل کا نادان پن دُور کرنا چاہیئے تھا جو کچھ وہ مدعا یا مقصد اُبھر کر اس کو کسی کو سُنا کے اس بات کا حل نکالنا چاہیئے تاکہ مُدعا اور مقصد کا نچوڑ پایہ تکمیل تک آتا۔

لیکن جب دل کی نادانی کو نادان پن بنایا تو غلطی کی۔ اب اس غلطی کے پشیمان ہونے پر جناب شاعر کا یہ شعر بھی دُہراتا ہوں:۔

میں بھی مُنہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدّعا کیا ہے

تیسرے شعر میں ہمیں مطلع کے ساتھ ہی نچوڑ ملتا ہے اور وہ یہ کہ جب ہم نے دُنیا میں بم کے دھماکے اور امن میں خلل

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ڈالنے کی سازش کی اوران وجوہات سے اب پشیمان ہوتے ہیں اوراپنے دل کواوراپنے دماغوں کوسازش کی اُلجھنوں میں مبتلا کر کے فرمارہے ہیں کہ امن کا پرچم نہیں لہرتا ہے اوروہ محسوس کرتے ہیں کہ ایسی سازش کے ساتھ وابستہ ہوئے جس سے اپنادل نادان بن بیٹھا۔

اسی لئے اس نادان پن سے ہمیں وفاداری کی اُمید کوروشن کرسوچتے ہیں کہ وفادار ہی جانتا ہے کہ وفا کس قسم کی ہو۔فرماتے ہیں:

اسی لئے غزل کے مطلع کے ساتھ تیسرے شعر کا نچوڑ یوں ہے:۔

ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

چوتھے شعر میں ہم مطلع کے ساتھ جوڑ کر ہی صحیح طور پر یہ کہہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

سکتے ہیں کہ کسی لالچ کی وجہ سے دلِ نادان بن جاتا ہے۔ لالچ سے امن میں خلل بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اَمن میں خلل ڈالنے کے لئے کوئی ایسا لالچ دے کر دل کو نادان بناتے ہیں اور نادان پن میں غلطیاں کر کے پھر غلطی کو تسلیم کرتے ہیں۔

جب ہم لالچ میں آتے ہیں اور لالچ کا تھیلا جنس کی صورت میں یا غیر جنس کی صورت میں وصول کر کے ہمارا دل درویش کی طرح لالچ کی تھیلی کو سنبھال کر ہی ایسا شعر کہتے ہیں:۔

ہاں بھَلا کر ترا بھَلا ہوگا
اور درویش کی صدا کیا ہے

پانچویں شعر میں اگر ہم غزل کے مطلع کا واسطہ اس شعر کے ساتھ جوڑیں گے تو ہم پھر تسلیم کریں گے کہ جو آج کل تمام ملک میں مختلف اوقات پر امن میں خلل ڈالتا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

ایسے قسم کے عناصر کسی لالچ کے گروہ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں جو گروہ ایسے عناصروں کو لالچ دے کر ملک میں کھلبلی مچانے کے لئے کام کرتے ہیں۔

اس وقت وہ لوگ ملک کی وفاداری کے لئے اپنی جان نثار نہیں کرتے۔

لالچ کی تھیلی کو پا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ملک کے لئے اپنی جان نثار کرنے پر لوگوں کی دعائیں ملتی ہیں اُس دعا کو ترک کر کے یہ کہہ رہے ہیں:

جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا دُعا کیا ہے

جب شاعر حضرات اس قسم کا ماحول ملک میں دیکھتا ہے، وہ ان دہشت گردوں کیخلاف لہر اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں کو یہ سمجھا رہا ہے کہ لالچ کی تھیلی کو ترک کر کے امن میں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

رہ کر ہی اچھا ثابت ہوتا ہے۔ امن کی مشعل کو قائم و دائم رکھ کر ہی دل کو سکون ملتا ہے۔

آخر کار ہر ایک انسان کو اس دنیا سے رخصت ہو کر کسی چیز کو اپنے ساتھ نہیں لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ جاتا ہے۔ تبھی شاعر اپنی غزل کے مقطع میں کہہ رہا ہے:۔

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ
مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے

اگر ہم اس غزل کا نچوڑ اور کئی واقعات کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کریں گے تو ہمیں صحیح کامیابی کے مناظر دیکھنے میں آئیں گے۔

خیر..... مطلب یہ کہ اپنے اپنے خیالات اور اپنے اپنے تاثرات، لیکن اس غزل کو نظم میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

خیر......کئی ادیب کئی واقعات پر مشتمل کئی شاعروں کے کلام کو نچوڑتے ہیں لیکن میں یہ تسلیم نہیں کروں گا کہ غالبؔ کی شاعری جو کہ غزلوں پر مشتمل ہے۔ اس کا نچوڑ مطلب یہ کہ وابستگی کسی معشوق کے ساتھ باتیں کرنے پر یا شکوہ کرنے پر تسلیم کروں گا۔

میں جناب غالبؔ صاحب کی شاعری کو آزادی کی جدّ وجہد کے اور انگریزی سامراج کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے اس بات کی برابر تصدیق کرتا ہوں۔ جیسے کہ اس غزل میں شاعر فرماتے ہیں:۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غزل

کسی کو دے کے دل کوئی نواسنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو
وہ اپنی خُو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سُبک سر بن کے ہم پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
کیا غم خوار نے رُسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لاوے تاب وغم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو
وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگِ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو
قفس میں مجھ سے رُودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

یہ کہہ سکتے ہو ہم دل میں نہیں ہیں پر یہ مبتلاؤ
کہ جب دل میں ہو تم ہی تم تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

نکالا چاہتا ہے کام کیا لفظوں سے تو غالبؔ
تیرے کہنے سے وہ مجھ پر بھلا پھر مہرباں کیوں ہو

اس غزل میں پہلے ہم محکمہ تعلیم کے اہل کاروں کے (مطلب جو اُردو استاد ہیں) انہیں کے مطابق غزل کے مطلع اور ان کے شعروں کے مطلب بیان کریں گے۔

اس غزل کے مطلع میں شاعر کہہ رہا ہے کہ اس نے اپنا دل اپنے معشوق کو دیا ہے۔ مطلب یہ اپنے دل کی وابستگی اس کے دل کے ساتھ قائم و دائم رکھی ہے۔

دل ترجمانی کرتا ہے، اب کوئی شکایت کرنا، رونا یا کسی قسم

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کا احتجاج کرنا زیب نہیں دیتا، منہ میں کس بات کا شکوہ، وہ شکوہ اپنے دل میں جذب کرنا ہے۔

دوسرے شعر میں اگرچہ شاعر نے اپنے دل کو اپنے معشوق کیلئے حاضر رکھا ہے۔اسی لئے کوئی ناراضگی ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے۔

تیسرے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ اُس نے بہت ظلم دیکھے جو اُس کے معشوق کے ذریعے وقتاً فوقتاً ملتے رہے لیکن ایسے ظلم کو، ستم کو، رُسوائی کو کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتا اسے پوشیدہ رکھنا مناسب ہے۔

چوتھے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ کسی چیز یا کسی دل پر سر کو پھوڑنا اچھا نہیں ہے۔اگرچہ معشوق کے دروازے کے پاس سر پھوڑیں گے تو کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔اس لئے ہم اپنا سر کیوں پھوڑیں۔

پانچویں شعر میں شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کے حسن پر،

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

معشوق کی تنہائی پر، معشوق کی رضامندی پر، شاعر قید خانے میں اپنی زندگی محسوس کر رہا ہے۔ اور اپنا رشتہ جمن کے ساتھ الگ الگ رکھا ہے۔ اس لئے ایسی بات بنانے سے یا ایسا محسوس کرنے سے راز کو فاش نہیں کرنا اور اس راز کو برقرار رکھ کر بہادری سے اپنا کام کاج نبھانا چاہیئے۔

چھٹے شعر میں شاعر کہہ رہا ہے کہ ہم معشوق کے دل میں بدستور حاضر ہے وہ آنکھوں سے یہ سب کچھ محسوس کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ آنکھوں سے اپنے دل کی رضامندی برقرار ہے تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہماری نظروں سے دُور ہے۔

ساتویں شعر میں شاعر کہہ رہا ہے کہ اگرچہ ہم یہ سوچتے ہیں ایسا کہ یہ جو آسمان ہے ہماری بربادی کے لئے نہیں ہے۔ یہ ہماری سجاوٹ کے لئے ہے اور اس سجاوٹ کو اگر ہم بربادی کی نظر سے دیکھتے ہیں تو وہ بات اپنے دماغ سے صاف کر دینی چاہیئے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

آسمان ہمارے دل کی کشش کو دُور تک برقرار رکھنے کے لئے ہے اور اس کی چمک اور دمک سے ہم بہت ہی اچھا ظاہر کر کے کہتے ہیں کہ ہمیں اتنے ہی دُور تک فولاد جیسی قوتِ برداشت پیدا ہونا چاہیے۔

آخر میں شاعر اس غزل کے مطلع میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ معشوق وفائی پر بے وفائی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ وفائی کے ساتھ ضد کرنا، پھر اگر غور سے معشوق سوچے وہ ضد جیسے، حسد جیسے باتوں میں نہیں رضامند یا اقرار کا ماحول نہیں تسلیم کرے گی اور نہ انکار سے منہ پھیرے گی۔

مطلب وفائی کے ساتھ ہی پیش آئے گا۔

اب اگر میں اس غزل کا گہرے انداز سے تحقیق کرنے بیٹھوں گا تو میں اُس وقت کے ماحول تحقیق کروں گا اور یہ سوچوں گا کہ شاعر نے کس بات پر اس غزل کو مرتب کیا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ہاں ہم یہ مانتے ہیں کہ ادیبوں کے حوالے سے اور تحقیق کرنے والوں کے حوالے سے اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ غالبؔ غزل کے کہنے سے یا لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر غزل اور صحیح شعر کو مرتب کرنے میں ماہر ہیں لیکن اس دَور میں آزادی کا ماحول اتنا نہیں دیکھتے ہیں۔

یہ پڑھنے میں آیا بطور تاریخ داں۔ اُن دنوں شعر کو لکھنے میں کہنے میں اور بولنے میں کئی قسم کی پابندیاں عائد تھیں۔

زیادہ تر شاعر سرکاری عہدے داروں کی تعریف اپنے قلم سے لکھتے رہے جس سے ان کے قلم کو وقار حاصل رہا۔ لیکن غالبؔ اپنے کئی ادبی محفلوں سے ناراض ہی رہے ہیں۔ کیوں کہ اس بات کا حوالہ بخوبی فراہم ہوتا ہے کہ جب غالبؔ بہادر شاہ ظفر کے محل میں ایک مشاعرے میں خودداری کو ٹھیس پہنچا، اس کی وجہ سے وہ الگ تھلگ رہے۔ اور ان کے رشتہ دار

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

انگریزی فوج میں رسالدار تھے۔

ان دو باتوں سے ہمیں اس بات کا پختہ ثبوت ملتا ہے کہ غالبؔ انگریزی سامراج اور بادشاہی سامراج کے خلاف رہے ہیں۔ لیکن اُن دنوں نشریات کی اتنی آزادی نہیں تھی جتنی کہ آج ہے۔

اسی لئے اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ غالبؔ بھی انقلابی طرز کے طور طریقے پر اپنے قلم کو برقرار رکھ کر کئی غزلوں کو اس طریقے سے لکھتے رہے ہیں جس سے کہ ہمیں آج معلوم ہو جائے گا کہ شخصی راج کے خلاف اور انگریزی سامراج کے خلاف لکھا ہے۔

شاعر کہتا ہے...... ہم اس دَور میں اپنے دل کو کیسے آزادی کے طور طریقے سے ہی پیش کر سکتے، کیوں کہ ہماری زبان یہ نہیں کہہ سکتی ہے کہ ہم کسی کا شکوہ کریں یا منہ سے بولیں کہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ہمیں سامراجی دور میں ظلم محسوس ہوتا ہے۔

ایسی بات منہ سے کہنے پر بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا جیسے کہ:۔

کسی کو دے کے دل کوئی نواسنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے پہلے پہل مقطع میں یہ شعر ضرور لکھا ہوگا لیکن غلامی کے دَور میں انگریزی سامراج کے مظالم کی وجہ سے اُس نے مقطع کو مقطع سے وہ لفظ ترک کیا ہے جیسے کہ:۔

کسی آزادی کو کوئی نواسنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دِل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زبان کیوں ہو

ممکن ہے لفظ آزادی کو پھر دل کے ساتھ نچوڑا ہو۔ غزل کے دوسرے شعر میں شاعر کہہ رہا ہے کہ شاہی دَور کا ولولہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

بادشاہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ ولولہ تو خاندانی طرز کا رہا ہے۔

لیکن غربت کے ماحول پر اور انکے ماحول کے مطابق ہم اس وضاحت کو نہیں بدل سکتے ہیں۔ اگر چہ خودداری برقرار نہیں ہے۔ ہم ایسی اس بات کا شکوہ نہیں کر سکتے ہیں اور کسی کو کیوں کہیں ہم ناراض نہیں ہیں۔ جیسے کہ:۔

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

سبک سرِان سے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

ممکن ہے شاعر نے اس طرح سے شعر لکھا ہو اور وقت کے طرز پر پابندی کے ناطے اس الفاظ کو حذف کیا ہو۔ کیوں کہ شاعر نے اس شعر میں یوں فرمایا:

سُبک سران سے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ دل جو ہے بہت ہی صاف اور شفاف ہے۔ پھر بھی اپنی گردن کو نیچے رکھ کر کوئی نہیں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کہتا ہے کہ آپ اتنے غلام......تبھی تو ممکن ہے شاعر نے پہلے شعر میں یہ لکھا ہوگا:۔

غلامی وہ نہ چھوڑیں گے وہ اپنی وضع بدلیں
سبک سران سے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

اُن دنوں شاعر کو بادشاہ یا سرکاری سامراجوں کے حق میں یوں بولنا پڑتا تھا۔ ورنہ شاعروں کو بہت قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا۔

اب میں اس غزل کے تیسرے شعر کے پڑھنے سے وضاحت کروں کہ شاعر نے یہ غزل انگریزی سامراج کے خلاف اور بادشاہی حکمرانوں کے خلاف ضرور لکھا ہے۔

کیوں کہ شاعر خود کہتا ہے......اگرچہ میں اس زمانے میں کوئی ایسا غم جو کہ بہت ہی خراب ثابت ہوگا تو اس سے لوگوں میں رسوائی ہو سکتی ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کیوں کہ شعر یوں ہے:۔

کیا غم خوار نے رُسوا لگے آگ اس محبت کو

نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو

اگرچہ ہم بحث و مباحثہ کریں گے تو ہمیں تاریخ دانوں کے حوالے سے یہ معلوم ہوگا کہ اُن دنوں قلم کی آزادی قلم کاروں کو حاصل نہیں تھی۔

ممکن ہے شاعر نے اپنے شعر کا لکھا ہوا مفہوم موجود نہ رکھا ہو۔ جیسے کہ:۔

غلامی نے کیا رُسوا لگے آگ اس محبت کو

غلامی میں ہے غم کیسا رازداں کیوں ہو

میں اس بات کی مخالفت اس طرح سے کرتا ہوں، کیوں کہ شاعر نے اس شعر میں خود مان لیا ہے کہ اگرچہ ہم کسی دروازے کے پاس بیٹھیں گے اور اپنے سر کو پھوڑیں گے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

تو فوراً فوت ہو جائیں گے۔

اسی لئے اس دَور میں شاعر نے یہ لکھا ہے اگر لوگ بادشاہی سامراج کے خلاف آواز اُٹھائیں گے تو ایسے ماحول میں بہت سے لوگ جاں بحق ہو سکتے ہیں۔ آزادی کے حق میں اُس دَور میں آواز نہیں اُٹھا سکتے ہیں تبھی تو شعر میں وضاحت سے خود شاعر نے لکھا ہے۔

آزادی کیلئے کوئی بھی قربانی دینے پر رضامند نہیں ہے جیسے کہ:

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

اب میں اس غزل کے پانچویں شعر کی وضاحت کرتا ہوں کہ شاعر نے ضرور غلامی کے خلاف یہ غزل مرتب کی ہے اور شاعر خود وضاحت کرتا ہے۔

مجھے اس چمن کے ساتھ کوئی بھی وابستگی نہیں ہے کیوں کہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

میرا ایک ساتھی اس چمن کی بربادی کی خبر لایا ہے جس سے میں بہت ہی ناراض اور غم وغصے میں رہتا ہوں اور میں سوچتا ہوں کہ میں قید خانے میں ہوں۔

میں کوئی آواز نہیں اُٹھا سکتا۔ کیوں کہ وہ آشیانہ جسے بجلی نے جلا کر خاک کیا ہے۔ میں تحریک اُٹھاتا لیکن لوگوں کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے میں اپنی اس تحریک کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔

اس لئے فرماتے ہیں:۔

قفس میں مجھ سے رُودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

اس شعر میں شاعر خود فرماتے ہیں کہ میں غلامی کے خلاف بادشاہی سامراج کے خلاف ہوں لیکن میرا دل آزادی کے حق میں ہے لیکن اسے عملی جامہ نہیں پہنا سکتا ہوں۔ صرف اس حق کو آنکھوں سے عملی جامہ پہناتا ہوں۔ تبھی تو وہ لکھتے ہیں:

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

یہ کہ سکتے ہو ہم دل میں نہیں ہے پر یہ بتلاؤ

کہ جب دل میں ہو تم ہی تم آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

ساتویں شعر میں شاعر خود کہتا ہے کہ جب ہم آسمان پر نظر ڈالتے ہیں تو اپنی زندگی کی وابستگی کے ساتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ...... ہم اس دنیا میں غلامی کے ماحول میں دیکھ کر آزادی کا ماحول نہیں پا سکتے ہیں کیوں نہ ہم آسمان کو ہی آزادی کے ماحول سے دیکھیں لیکن دیکھتے دیکھتے ہمیں آسمان کے بارے میں شکوک یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

شاعر خود مانتا ہے کہ یہ جو دور ہے وہ غلامی کا دور ہے۔ انگریزی سامراج کا دور ہے۔ اس دور میں آدمی کی خانہ ویرانی ہے۔

اگر ہم ان رشتوں کے خلاف آواز اُٹھائیں گے تو ہم

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کامیاب ہوسکتے ہیں یا ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔اسی لئے اس کا دشمن آسماں کیوں کر ہونے لگا۔

آخر کار شاعر اس غزل کے مقطع میں یہ بات کر رہا ہے کہ اگرچہ بادشاہی سامراجیت کے خلاف آواز اُٹھائیں۔ایسے سامراجیوں کو ضد رہے گا اور کام اُبھاریں گے۔ہم بے وفائی سامراجیوں کے خلاف ضرور کرتے لیکن ضد کا ماحول ثابت ہو جائے گا......

اس لئے ہم ان باتوں میں نہیں آتے۔ہم معشوق کو تشبیہ دے کر سامراجوں کے خلاف آواز اُٹھا رہے ہیں۔جیسے کہ:۔

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
تیرے بے مہر کنبے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

اس بات کی وضاحب پورے طریقے سے ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ بادشاہی دَور میں اور انگریزی سامراج کے دَور میں کوئی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بھی دفتری طوالت طعنوں کے ذریعے ہی فراہم ہوتی تھی۔ اور ان طعنوں کو برداشت کرتا رہا وہ بے مہری کا اصول مطلب یہ کہ ان طعنوں سے غصّہ نہیں کرتا اور اپنے کام کو انجام دیتا رہا۔

اس لئے اس غزل کو میں اپنے خیالات ان شعروں کی وضاحت کرنے کے بعد اس غزل کو نظم کے لہجے میں تبدیل کر کے نظم کا عنوان ''دردِ آزادی'' مرتب کرتا ہوں۔ غالبؔ کے دَور میں ادیبوں کے تاثرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ غالبؔ کو اُن دنوں ''فلسفیانہ غزل گو'' تسلیم کیا جاتا رہا۔

لیکن آج کل کے اَدبی دَور میں غالبؔ کو غزل گو دَور، غزل کے قلم کے مطابق غزل کے خیالات کے مطابق اور غزل کے تاثرات کے مطابق زندہ اور جاگتا صدر غزل تسلیم کیا جاتا ہے، لیکن اگرچہ ہم غزل کے معنی کو یا اُن کے جوڑے ہوئے اشعار کا مطلب ہم ادیب عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے اور

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

شکوہ کرنے کے مطابق مطلب نکالنے کی ہی کوشش کرتے ہیں

میرے خیال میں غالبؔ کو ہم کہتے ہیں کہ ایسے ہی شکوہ بیان کرتا ہے لیکن جب گہرے انداز سے یہ سوچیں گے کہ گہرے انداز سے غزل کا مفہوم بنانے کے لہجے میں اور اسے بیان کرنے کے لہجے میں اور تاثرات بتانے کے لہجے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ تب میں غالبؔ کو ایک ہمہ گیر اور انقلابی شاعر تصور کرتا ہوں۔

میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا ہوں کہ ان کی غزل عورتوں کے ساتھ باتیں یا شکوہ کرنے کے مترادف ہیں۔

میرے خیال میں غالبؔ اُس نظام کے خلاف غزل کے انداز میں اپنے تاثرات بیان کرنا ہے جیسے کہ:۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

غزل

یہ نہ تھی ہماری قِسمت کہ وصالِ یار ہوتا
ابھی اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدے پہ جیے ہم تو یہ جان چھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کوئی مرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

غم اگرچہ جاگسل ہے پر بچیں کہاں کہ دل ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

غمِ عشق گر نہ ہوتا، غمِ روزگا ہوتا

ہوئے ہم جو مر کے رُسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

غزل کی وضاحت اور تشبیہ پہلے سے لے کر آج تک اس کی وضاحت یہی قائم رہی ہے کہ محبوب اور معشوق کے درمیان رشتے اور ٹکراؤ......

لیکن میرے خیال میں میں اس غزل کی کِس طرح وضاحت کروں گا۔ قارئین پڑھ سکتے ہیں۔ مطلع ملاحظہ ہو:

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غالبؔ فرماتے ہیں ......میں اس دَور میں اُس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں جو میری قسمت کو بدلنا چاہتا ہے۔ اور اس بدلاؤ کے طریقے کو پانے کے لئے انتظار کرتا ہوں۔

مطلب یہ کہ تمام ملک میں عوام اپنے مستقبل کا کوئی انتخاب نہیں کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جمہوریت کو پانے کے لئے انتظار کر رہے ہیں۔

دراصل غالبؔ نے انتظار کو جمہوریت کے ساتھ اور آزادی کے ساتھ وابستہ کیا ہے جیسے کہ میں ان شعروں کا نچوڑ کر کے وضاحت کروں گا۔

اپنی غزل کے دوسرے شعر میں غالبؔ صاحب فرماتے ہیں

تیرے وعدے پہ جیے ہم تو یہ جان چھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

میرے خیال میں غالبؔ فرماتے ہیں کہ شاہی سامراج

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بہت ہی بدترین سامراج ہے۔ اگر جینا ہو مرنا ہو جمہوریت بطور آزادی پر ہی جینا چاہیئے۔ اسی لئے شاعر نے کہا ہے:۔

کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

میں جب بھی خوشی محسوس کرتا ہوں تو میں اسے مرنے کے برابر سمجھتا ہوں مطلب یہ کہ میں جب کچھ مسّرت و خوشی محسوس کرتا ہوں، حد سے باہر نادان پن میں زندگی تبدیل ہوتی ہے۔

اسی طرح سے جو بھی وعدے ہیں وہ وعدے ہیں جمہوری طرز اور آزادی بحال ہوتی۔ اس کا یقین وہ لوگ کرتے ہیں جن کو اس بادشاہی دَور پر اور ان کے وعدوں پر بھروسہ نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ آزادی اور جمہوریت کے نظریہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جب بھی ایسے قسم کا اعتبار کریں گے وہ ایسی خوشیاں منائیں گے جس کو حد سے باہر خوشی کے برابر قرار

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دیا جائے گا۔

میرے خیال میں شاعر نے اس شعر میں اس طرح لکھا ہے:۔

تری نازکی سے جاناں کہ بندہ تھا عہدنو کا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

میرے خیال میں غالبؔ خود فرماتے ہیں ...... یہ جو عہدہ ہے اس وقت وہ بادشاہی سلطنت کا عہدہ ہے۔اگرچہ ہم اس عہدے کو ٹھیک ڈھنگ سے، سکون سے قرار تسلیم کرتے تو پھر ہمیں کیوں اس عہدے کی تشبیہ نازک سمجھتا ہے۔

اگر یہ بادشاہی سلطنت خاندانی طریقے سے اور جنگ کے طریقے سے بدل نہ جاتی تو انسان اس عہد کے بندھن کو توڑنے میں مصروف نہیں رہتا۔

انسان نازک اور بہت ہی سنجیدہ تسلیم کیا جاتا ہے۔اسی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

لئے اس بادشاہی سلطنت میں اور خامیاں موجود ہیں جو کہ عوامی رائے کے مطابق ٹھیک ہوسکیں لیکن عوامی رائے بادشاہی سلطنت میں اور انگریزی سامراج میں مطلب شخصی راج میں موجو نہیں ہے۔

غالبؔ اس شاعر میں کہتے ہیں:۔

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

میرے خیال میں غالبؔ اپنے دَور میں جو سلطنت ہے انہیں کو شکوہ کرتا ہے۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ اس دَور میں جب میں آنکھیں کھولتا ہوں تو میرا دل بہت ہی غمگین ہوتا ہے۔ میرے دل میں یہ خلش پیدا ہوتی ہے کہ جب میں بہت سا ظلم حد سے باہر دیکھتا ہوں اور لوگوں سے بھی سنتا ہوں تو مجھے دل میں بہت ہی غصّہ اُبھرتا ہے جس کی وجہ سے میں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ دردِ خلش پیدا ہوتی اگر چہ میں اپنے اوپر مظالم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔

جب غالبؔ نے اس قسم کے دردناک مناظر دیکھے تو اس غزل کے اشعار میں فرماتے ہیں:

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

میرے خیال میں جب شاعر نے اپنے اس دَور میں حد سے زیادہ ظلم دیکھا اور اس ظلم کا علاج کرنے والے کو خود ہی غمگین دیکھے۔

مطلب یہ کہ اس کا علاج ہی لاعلاج ہے اگر میں پیار کرتا ہوں تو ان سے جو کہ اس علاج کے لئے کوئی چارہ گر تدبیر نکالیں۔

نصیحت کرنے والے بہت سے دوست دیکھے کیا نصیحت

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

سے عوامی مسائل حل نہیں ہوتے۔حل کسی مشق سے ہوتے ہیں اسی لئے غالبؔ کہتے ہیں کہ ایسے دوست ملنے چاہئیں جو کہ لوگوں کے مسائل حل کریں۔اسی لئے غالبؔ جمہوری طرز آزادی کے نظام کو اوّلین ترجیح دے رہے ہیں۔

اسی لئے غالبؔ اگلے شعر میں تسلیم کرتے ہیں کہ طرزِ آزادی کے نظام کے مطابق نظام قائم کرنا چاہئے۔جیسے کہ:

رگِ سنگ سے ٹپکتا ہو لہو جو پھر نہ تھمتا
جسے تم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

مطلب یہ کہ شاعر کہتا ہے کہ اگرچہ اس دور میں لوگوں پر ظلم وستم ہو رہا ہے اور وہ لوگ اس ظلم وستم کو کتنے عرصے تک پوشیدہ رکھیں گے۔کسی وقت خون کے قطرے سے کوئی نہ کوئی انقلاب کے مناظر ضرور لوگوں کے سامنے فراہم ہوں گے۔ ہم چنگاری کو پتھر کے اندر پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔اسی لئے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غالبؔ جمہوری طرزِ آزادی کے پرچم پر ہی زور دیتے ہیں۔

غالبؔ کے شعر سے یہ صاف طور پر عیاں ہو جاتا ہے کہ:

غم اگرچہ جاں گسل ہے پر بچیں کہاں کہ دل ہے

غمِ عشق اگر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

غالبؔ کے دَور میں بھی بے روزگاری کے مناظر ملتے ہیں۔ کیوں کہ جب غالبؔ نے اپنے دَور میں سامراجیت شخصی راج اور انگریزوں کے خلاف لوگوں کے اندرونی غم وغصّے دیکھے اور یہ دیکھا کہ لوگ آزادی کے طور طرز سے اپنا روزگار نہیں پاتے۔ جو بھی اپنے روزگار پر جاتا ہے وہ اپنے غم میں مبتلا ہوتا ہے۔

اُن دنوں مزدوروں کے مفاد کے لئے قوانین فراہم نہیں کئے گئے۔ اس لئے ہم شاعر کے اس لفظ کو تسلیم کریں گے کہ اُس نے خود کہا:۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

محنت کی کمائی آزادی سے نہیں بلکہ جبراً مزدوری کے محافظ سے غالبؔ کے دَور میں اس شعر سے تسلیم کرتے ہیں۔

اس لئے غالبؔ فرما رہے ہیں:

کہوں کِس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بُری بَلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

میرے خیال میں جب مزدور لوگ اپنی کمائی کر کے یا محنت کر کے گھر واپس آتے ہیں تو وہ رات آرام سے نکالتے ہیں۔

لیکن غالبؔ کے دور میں غمِ روزگار مطلب زور زبردستی مزدوری سے محنت کا خرچہ نہیں چلتا۔ جب مزدور اُس دَور میں گھر جاتے اور رات کے وقت اپنے غم کا اظہار کرتے رہے کہ ہمیں اس مزدوری یعنی زور زبردستی کی مزدوری سے مرجانا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ہی بہتر ہے۔

(نوٹ) اگرچہ ہم شبِ غم کو جدائی کی رات کہتے ہیں لیکن اس شعر میں شبِ غم کو زور زبردستی (غمِ روزگار) زبردستی مزدوری پر لانے والے مزدوروں کو اس دَور میں بہت ہی اذیتیں نصیب ہوتی ہیں۔

اب غالبؔ فرماتے ہیں کہ جب اس دَور میں زور زبردستی مزدوری اور لوگوں کے مسائل پر ذرا بھی توجہ نہیں دی گئی۔ تو اس شعر سے وضاحت ہوتی ہے۔ جیسے:۔

ہوئے مر کے ہم جو رُسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کہیں جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

شاعر کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس دَور میں ایسا نظام پانے سے بہت ہی غم و غصّہ میں رہے۔ جمہوریت بھی نہیں ہے کہ انسان آزادی کی سانس لے سکے۔ مزدور کو مزدوری اس کی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

محنت کے مطابق نہیں ملتی۔ ایسے نظام سے اس کی رُسوائی یا غمزدگی نہیں اس لئے ہمیں دریا میں ڈوبنا چاہیے جس سے کہ اس نظام چلانے والوں کو ہمارا جنازہ نہیں اُٹھانا پڑتا اور مزار بھی یہیں دیکھتے۔ ایسی بات کہتے کہتے اب شاعر خود تسلیم کرتا ہے کہ:

اسے کون دیکھ سکتا یگانہ ہے کہ یکتا
جو دوئی کی بُو نہ ہوتی تو کئی دو چار ہوتا

جب غالبؔ دورِ نظام میں بہت ہی تنگ آ گئے تو وہ خود فرماتے ہیں کہ جب اتنے مظالم لوگوں میں دیکھے لیکن ان جذبات کو خوفناک وجوہات کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن وقت آنے پر اس خوفناک دور کی شناخت ضرور دکھائی دے گی اور وقت پر اس کا علاج بھی فراہم ہوگا اور خود بخود لوگ جمہوری طرز آزادی کے لئے جدوجہد ضرور کریں گے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

غالبؔ خود اپنے مقطع میں فرماتے ہیں:

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

جب شاعر نے اتنا ظلم شاہی دور سلطنت میں پایا اور ان مظالموں کا حل نہیں کر سکا تو لوگوں کے ہزاروں مسائل اپنی غزل کی صورت میں بیان کیے لیکن شراب کی صورت میں ان مسائل کو چند منٹوں کے لئے، چند گھنٹوں کے لئے، چند سالوں کے لئے دبایا۔ اور ان مسائل کو فتویٰ بنا کر بھی لوگوں کے سامنے غزل کی صورت میں بیان کیا۔

اگر ہم غالبؔ کی شاعر کو دوسرے ہم عصر شاعروں کے ساتھ قطار میں وابستہ کر کے بحث و مباحثہ کرنے بیٹھیں گے تو ہم مختلف رائے غالبؔ کی غزلوں پر بیان فرمائیں گے۔

لیکن اب تک جو میں نے غزلوں کے بارے میں رائے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

لکھی اس پر دوسرے ہم قلم ادیبوں کا اثر بیان اور خیال معلوم نہیں۔ کیا وہ میرے خیال پر ہم قلم خیال برقرار رہیں گے یا وہ لوگ اسے بالکل مسترد کر دیں گے۔

بہر حال! جو غزل میں نے غالبؔ کے دَور میں اور غالبؔ کی لکھی ہوئی پر اپنا تاثر بیان کیا میں اُس غزل کو نظم کی صورت میں بھی مع تشبیہ بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

آج کل کے دَور میں رشوت ستانی کا اور فرقہ پرستی کا دَور زیادہ اُبھرنے لگا ہے جسے انسانی قدروں کو پامال کیا جاتا ہے اور انسانی قدروں کو پامال کرنے والا زیادہ تعداد میں رشوت خور گروپ زیادہ پایا جاتا ہے۔ جن کی آبادی بڑھتی جارہی ہے اور جس کی وجہ سے دُنیا بھر میں جمہوری طرز نظام میں نقصِ اَمن اور انتظامیہ میں زبردست طور پر خلل پیدا ہوتا ہے۔

جیسے کہ ہم اس غزل کو نظم کی صورت میں یوں بیان کرتے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

ہیں اور نظم کا عنوان یہ ہے:۔

"رشوت کا انتظار"

غالبؔ فرماتے ہیں:

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

سمجھئے کہ ایک فرد کسی بات پر غصّہ اظہار کرتا ہے جیسے کہ وہ ایک کلام پیشہ اختیار کر کے کوئی رشوت طلب کرنے کے لئے انتظار کرتا ہے کہ کب اس کے پاس گاہک آجائے اور رشوت سے اس کی جیب گرم کرے اور پھر وہ خوشحالی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرے۔

جب کہ اُس ملازم کے پاس رشوت دینے والا کوئی نہیں آتا۔ آخر وہ انتظار کرتے کرتے ایسے شعر گنگناتا ہے:۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

ترے وعدے پہ جیے ہم تو یہ جان چھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

جب یہ ملازم رشوت لے کے مالا مال ہوتا ہے تو اس کی بدنامی سے اس کو اس عہدے سے دوسری جگہ منتقل کردیا جاتا ہے۔ وہ وہاں پر جانے کے بعد رشوت سے محروم رہتا ہے۔ اور جب وہاں اسے رشوت ہی نہیں ملتی تو اس شعر کو مایوسی کے عالم میں گنگنانے لگتا ہے۔

تری نازکی سے جانا کہ بندہ تھا عہد بودہ
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

جب یہ ملازم رشوت ستانی کے بغیر کسی عہدے پر بیٹھا ہے تو اس کے پرانے دَور یاد آتے ہیں اور اس کو یاد کر کے کہتا ہے کہ جو بھی مجھ سے بڑا عہدے والا رکن میرے ساتھ کام کرتا تھا تو میں کاغذات کو رشوت کے طور طریقے سے مکمل

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کرتا تھا۔لیکن آج وہ دَور نہیں ہے اور وہ یہ شعر پڑھتا ہے:۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

جب وہ بھکاری کے عالم میں اپنے فرائض کو انجام دینے بیٹھا تو رشوت کا بار بار ہڑتال کی صورت میں پا کر تب اُسے وہ دوست یاد آتے ہیں اور کہتے ہیں:

''اے ملازم بھائی ہمیں یاد ہے کہ آپ کی رشوت کی آمدنی ایک دن کی بہت زیادہ ہوتی، لیکن آج بالکل بے کار سے بیٹھے ہو۔اسی لئے اب ہم یہ شعر گنگناتے ہیں:

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

ان ملازموں میں بہت سے ایسے ملازم دوست بھی پائے گئے جو کہ رشوت سے بہت دُور تھے اور وہ دیانتدار بن کر

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

دیانتداری کی پوشاک پہنتے ہیں۔ جب کسی وقت دوست بن کران کو رشوت کے لئے مجبور کیا جاتا ہے تو دیانتدار دوست کو نہیں پکڑتے اور رشوت دینے والے دوست کو اس شعر کو گنگنا کر رشوت لینے سے انکار کرتے ہیں:۔

رِگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو جو پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

جب رشوت دینے والے رشوت سے ہی کام نبھاتے ہیں۔ وہ ہر ایک کام کامیابی میں پاتے اور رشوت اسے اختیار کرتے ہیں تو وہ اس ملازم کے گھر جا کر اُسے رشوت خوری کے لئے مجبور کرتا ہے۔

جب وہ ملازم گھر میں بھی ان کو رشوت خوری سے منع کرتا ہے تو ان کی شکل وصورت غصّے میں بدل جاتی ہے.

اور پھر وہ مایوس ہو کر یہ شعر گنگناتے ہیں:

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غم اگرچہ جاں گسل ہے یہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

جب وہ ملازم رشوت نہیں لیتے اور رشوت لینے سے انکار کر دیتے ہیں لیکن ان کی معاشی حالت بہت ہی بدترین ہوتی ہے۔ پھر وہ اپنے دل اور دماغ سے یہ تخمینہ لگاتے ہیں کہ اگرچہ دوسرے ملازموں نے رشوت لے کر اور اپنی جائیداد بنا کر جاگیردار بن گئے تو انہیں کوئی سزا ہی نہیں ملی۔

ہم دیانتداری کے عالم میں بیٹھ کر بُرے معاشی حالت میں رہے ہے۔ بُری معاشی حالت کی وجہ سے کئی ملازم رشوت لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ ملازم یہ شعر گنگناتے ہیں:

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بُری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

جب کوئی ملازم رشوت لینا نہیں چاہتا ہے اور اُسے کئی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

طریقوں سے اور خوش اسلوب طریقے سے رشوت لینے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے لیکن وہ ان مجبوریوں کو ترک کر کے شبِ غم کے مانند اور اس کے طور طریقے سے اس بات کو تسلیم کر کے رشوت کی رقم نہیں پکڑتا ہے اور رشوت لینے کی وجہ سے یہ شعر پڑھتا ہے:۔

ہوئے مر کے ہم جو رُسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کہیں جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

وہ ملازم جو رشوت سے پاکیزہ رہنا چاہتے ہیں وہ اس سے بہتر مر جانا پسند کرتے ہیں اور رشوت سے کوسوں دُور رہتے ہیں اور رشوت کے جنازے کو اُٹھا کر کسی مزار میں دفن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ ملازم رشوت کو بالائے طاق رکھ کر دیانتداری کے مزار میں دفن ہو جاتا ہے۔

وہ دیانتداری کے مزار میں دفن ہونے کے بعد یہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

شعر گنگناتے ہیں:۔

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے کہ یکتا
جو دوئی کو بُو بھی ہوئی تو کئی دوچار ہوتا

اگر چہ ہم ہزاروں کی تعداد میں دیانت داری کو دیکھتے ہیں لیکن وقت پر انہیں کالا احترام کا رنگ پھینک کر اسے نیست ونابود کرتے ہیں لیکن دیانت داری کی صورت حال میں دیانت داری سے وقتاً فوقتاً اس سے مشورہ لیا جاتا ہے۔ مشورہ لینے والے اس وقت اس شعر کو گنگناتے ہیں:

خیر......! اگر چہ ہم غالبؔ کے دَور میں سرکاری کام کاج پر تحقیق کریں گے تو ہمیں اس مقطع کے رابطے سے پورا اشارہ ملتا ہے۔ غالبؔ کے دَور میں بھی سرکاری دفتروں میں رشوت کا دَور پایا جاتا تھا جیسے کہ مقطع میں خود غالبؔ کہتے ہیں:۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

اگرچہ ہم اس وقت کے دَور میں نہیں ہیں مگر یہ انداز ہوتا ہے کہ کسی ملازم کو شراب پلا کر سرکاری کام انجام دیتے ہیں اور وہ ہم ولی کی صورت کو ترک کر کے اور شراب پی کے اور رشوت کا دھنڈا بنا کے کسی کا کام کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک رشوت کا طریقہ پایا جاتا ہے۔ اسی لئے غالبؔ کے مقطع میں اپنے خیالات کا جامہ پہناتا ہوں۔

میں نے کئی شاعروں کا مجموعۂ کلام اس کتاب میں پڑھنے کے لئے پیش کیا ہے لیکن میں نے شاعروں کی مختلف تخلیقات کو مختلف مطلب نکال کے پڑھنے والے کے لئے رائے دینے کے لئے پیش کیا۔

مختلف مختلف رائے مختلف مختلف باتیں آہی جاتی ہیں لیکن

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اس کا نچوڑ اور اس کی محنت کے نچوڑ کو اپنے اپنے طرز سے سنجیدہ طور طریقے سے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

تمام کے تمام شاعر حضرات کا کلام پیش نہ کر سکا لیکن کئی چیدہ چیدہ شاعروں کا کلام پیش کیا لیکن ان میں مجھے علامہ اقبال کی شاعری کو پیش نہیں کیا۔لیکن جب میں نے علامہ اقبالؔ کو غیر حاضر پایا تب میں نے علامہ اقبال کے کلام کو تحقیق کے طرز سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے

علاّمہ اقبال برِ صغیر میں آزادی کے مجاہد، بطورِ قلمکار، بطورِ صحافی، بطورِ دانشور اور انقلابی قلمکار ہندو پاک کا مانا جاتا ہے۔

علاّمہ اقبال برِ صغیر کے ہی نہیں بلکہ تمام عالمی ادبی انجمنوں کا مایہ ناز قلمکار تسلیم کیے جاتے ہے۔اسی لئے ان کی نظم ''آرزو'' اپنی سمجھ کے مطابق قارئین اور اَدبی انجمنوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

پہلے پہل جب میں نے ان کی نظم ''آرزو'' کا مطالعہ کیا تو میرے دماغ میں مختلف مطلب نظم ''آرزو'' کو ایک غزل کی صورت میں اس کا مطلب نکال سکتا ہوں۔ میں انقلابی طرز کے طور طریقے سے اس کا مفہوم پیدا کر سکتا ہوں۔

علاّمہ اقبال کے دَور میں برصغیر میں انگریزوں کے خلاف ہمہ گیر مہم شروع ہوئی تھی جن پر علامہ اقبال نے فوقتاً کئی نظمیں آزادی کے بارے میں لکھی ہیں۔ علامہ اقبال نے جدوجہد آزادی کے لئے اپنی شاعری کو اپنے قلم سے آدم کے نام صرف کیا۔

اسی لئے میں اس نظم ''ایک آرزو'' کا اس طرح مفہوم نکالتا ہوں۔ میرے خیال میں جب انگریزوں کے خلاف مہم برصغیر میں تیز ہونے لگی تو علامہ اقبال نے یہ نظم جس انداز میں تحریر کی اسے آپ ملاحظہ فرمائیں:

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

دنیا کی محفلوں سے اُکتا گیا ہوں یارب!
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بُجھ گیا ہو

میرے خیال میں علاّمہ اقبال نے برصغیر میں سیاسی لوگوں کی چال چلن آزادی کی تحریک کیساتھ چلا لیکن کئی سیاسی لوگوں نے تحریک میں گھپلے کرنے والے یا غدّاری کرنے کے لئے تُلے ہوئے پایا تو علاّمہ اقبال نے یہ سوچا ہوگا کہ بطورِ شاعر، بطورِ عنوانِ نظم ...... اے خدا دُنیا کے سماج اور اس برِّ صغیر میں تحریک اُگ گئی، لیکن کئی خودغرض غدّار گروپ اس تحریک کی آگ کو بجھانا چاہتے ہیں تا کہ سارا برِّصغیر انگریزوں کے تلوے چاٹتے رہے۔

لیکن ''ایک آرزو'' ہے کہ دنیا کی محفلوں میں خدا اُسے اُبھار کر سامنے لائے اور تحریک انجمن کا چراغ بجھ نہ جائے:

شعر ملاحظہ ہو:

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

شورش سے ہو گریزاں دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

علاّمہ اقبال برصغیر کی تحریک کے دوران یہ فرما رہے ہیں کہ تحریک کا بادل اتنا گرجتا ہے کہ شور سے کوئی بھاگنا نہیں چاہتا ہے اور اس شور کو خاموشی میں تبدیل کرنے کے لئے کئی تقریر کرنے والے آزادی کی تلاش کا علاج فرماتے ہیں۔

لیکن خود شاعر میرے خیال میں ''ایک آرزو'' نظم میں فرماتے ہیں کہ وہ اس سیاسی تناؤ سے تو کوئی ہنگامے سے اور آزادی کے پرچم کو لہرانے کے لئے لوگ رات دن آزادی کی تحریک میں مصروف ہیں۔

لیکن خود شاعر ایسی صورت حال دیکھ کر کسی خاموش جگہ پر بیٹھنا چاہتا ہے جہاں شاعر کو سکون ملے۔

تیسرے شعر میں:

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مرتا ہوں خاموشی پر یہ آرزو ہے میری
دامانِ کوہ میں ایک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

میرے خیال میں جب شاعر نے انگریز حکمرانی کے خلاف برصغیر میں چاروں طرف انقلاب کے پرچم دیکھے اور اس شوروشر سے انگریزوں کو کوئی بھی گھبراہٹ محسوس نہ ہوئی تو شاعر انگریزوں کو جواب دیتا ہے کہ اس شوروشر سے میں اتنا تنگ آچکا ہوں کہ وہ اب یہ آرزو دل میں ابھر کر کہہ رہا ہے کہ شوروشر سے اس تحریک سے الگ ہونے کے لئے کسی پہاڑ کے دامن کے نیچے ایسی جھونپڑی ملنی چاہیئے جہاں وہ خاموشی سے بیٹھے۔ کیوں کہ انگریزی سامراج والوں نے اس خاموشی کے لئے کوئی تدبیر نہیں نکالی۔

لذت سرور کی ہو چڑیوں کے چہچہے ہیں
چشمے کے شوروشر میں باجا سا بج رہا ہو

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

علاّمہ اقبال نے یہ کہا ہے کہ جب انگریزی سامراج کے خلاف تحریک زوروں پر ہے اور انگریزی سامراج اس تحریک کو دبانا چاہتی ہے جو کہ یہ تحریک دب نہیں سکتی۔ جیسے کہ صبح سویرے مٹھاس کے طور طریقے سے چڑیوں کا چہچہانا سنتے ہیں۔

اور جس چشمے پر ہم لوگ کئی گھنٹوں کے لئے بیٹھتے ہیں وہاں پر بھی ہمیں لذت محسوس ہوتی ہے۔ جس طرح چڑیوں کے چہچہے میں محسوس ہوتی ہے۔

لیکن انگریزی سامراج کے دوران ایسی تحریک نظر میں آتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کئی گھنٹوں کے بعد ہی انگریزوں کو بسترہ گول کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔

اسی لئے علاّمہ اقبال کہتے ہیں ...... اب میری یہ ایک آرزو ہے کہ جب ہم غلامی کے پنجے سے آزاد ہو جائیں گے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اس کے بعد علامہ اقبال سکون سے اس جگہ قیام کریں گے جہاں چڑیوں کے چہچہے میں مٹھاس ہو اور چشمے کی شوں شوں میں ایک دلکش باجا سا بج رہا ہو۔

آغوش میں زمیں کے سویا ہوا ہے سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو

میرے خیال میں علّامہ اقبال برّصغیر میں انگریزی سامراج کے خلاف ایسی تحریک دیکھ رہے ہیں جیسے کہ یہ اُمید ہی نہیں ہے کہ زمین میں بے وقت سبزہ اُگے اور جہاں کہ زمین خشک سالی سے بھرپور ہے اور وہاں پر پانی کا نکاس پیدا ہونا ایک عجیب سی بات ہے۔

اسی طرح علامہ اقبال فرما رہے ہیں کہ ...... برصغیر میں تحریک آزادی درہم برہم ہو رہی ہے۔ اور لوگوں میں اتفاق پایا جاتا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

علاّمہ اقبال کواس بات کا پورا یقین ہے کہ برِّصغیر میں آزادی کا پرچم ضرور لہرائیں گے اور اس وقت علاّمہ اقبال کی ''ایک آرزو'' ہے۔ جو زمین اب تک انگریزوں نے سیراب نہیں کی اس زمین کو سیراب کرتے وقت سبزہ اُگنے کی آرزو ضرور کرنا چاہیے۔

اور یہ کہ جھاڑیوں میں خشک سالی محسوس نہیں ہونا چاہیے۔ وہاں پانی کے آبشارے سے ہی پانی کے ہی آبشار زمین پر اُبھرتا ہوا اچھا محسوس ہوتا ہے:

گُل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساگر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو

میرے خیال میں علامہ اقبال نے برّصغیر کی تحریک جو انگریزی سامراج کے خلاف اُبھر کر سامنے آئی تو علامہ اقبال نے اس تحریک کو حق بجانب قرار دیا۔ اور اس تحریک

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

کے لئے صرف لوگوں کا غم غصہ ہی نہیں دیکھا بلکہ وہ پرندے بھی شمار میں لائے جن کا پیغام دوسرے اُن پرندوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی جو کہ اس تحریک کے آغاز کے بارے میں پرندوں کو اس بات کی خبر دیتے ہیں۔

لیکن علامہ اقبال فرماتے ہیں ...... پھر بھی انگریزی سامراج کو کوئی ہلچل محسوس نہیں ہوتی اسی لئے علامہ اقبال کہتے ہیں ...... جب بھی کوئی تحریک کا مجاہدِ آزادی بن جائے گا تو وہ خدا کو یہ پیغام سنا کے جائے گا کہ وطن کی تحریک آزادی کو عملی جامہ پہنایا۔

صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو!

اگر ہم شاعر کے شعر کے مطلب پر مطلب نکالیں گے تو میرے خیال میں شاعر کہتا ہے کہ میرے قریب ہرے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بھرے درختوں اور بہتے پانی میں ندی کا عکس پڑ رہا ہو یعنی بیچ میں ندی کا پانی بوٹوں کی تصویر لے رہا ہو۔

شاعر کا ایسا مطلب تعلیم کے اُستاد مطلب ماہر تعلیم فرماتے ہیں۔

لیکن اگر میں اس شعر کا گہرا مطالعہ کروں تو علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اس وقت برّصغیر میں مطلب یہ کہ سارے ہندوستان میں انگریزی سامراجیوں نے ہماری جدوجہد بہت ہی تکلیف دہ اور اندوہ ناک ہے۔

ہمیں اس بات کی فرصت ہی نہیں کہ ہم درخت کے قریب بیٹھ کر ندی کے عکس سے لُطف اندوز ہوں۔ یہ سارا عکس غلامی کی زنجیر سے معطّل ہوا ہے۔

شاعر فرماتے ہیں کہ جب انگریزی سامراج کا دَور نیست و نابود ہو جائے تو میری ایک آرزو ہوگی کہ میں ہرے بھرے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

درخت کے قریب بیٹھوں اور ندی میں ان کا عکس پڑ رہا ہو اور یہ دیکھ کر میں اس جدّ و جہد کا ستم بیٹھ کر آرام سے صاف پانی کے نظارے سے لطف اندوز ہوں۔

ہو دل فریب ایسا کہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بن کر اُٹھ اُٹھ کے دیکھتا ہو

شاعر فرماتے ہیں کہ جب ہندوستان کے تمام مذاہب کے لوگ انگریزی سامراج کے خلاف ایک ہو کر کھڑے ہوئے ہیں اور جدّ و جہد میں دن رات سرگرم رہتے ہیں۔ وہ اپنی پیاس کو بھی نہیں بجھاتے۔

لیکن جب ان لوگوں کو آزادی کا پرچم فراہم ہو جائے گا تب اس وقت میری ایک آرزو ہو گی کہ میں اس کا نظارہ کسی دلکش پہاڑ کے دامن کے نیچے اور ندی بھی پہاڑ کے نیچے واقع ہونی چاہیے تا کہ میں اس جدوجہد کو ترک کرنے کے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بعد اور تحریک کا غم مٹانے کے بعد آرام سے اس مناظر کو دیکھ کر کہوں:

مہندی لگائے سورج جب شام کی دلہن کو
سُرخی لئے سنہری ہر پُھول کی قبا ہو

جب علامہ اقبال کے دَور میں انگریزی سامراج کا ظلم قائم رہا تو لوگ آزادی کے طور طریقے سے شادی کی رسم انجام نہیں دیتے تھے کیوں کہ ریلوں میں بیٹھ کر ہندوستانیوں کو انگریزی سامراجوں کی طرف سے اذتیں ملتی تھیں۔
اسی لئے صبح و شام دولہا یا دُلہن کے رسم و رواج لوگ آزادی کے طور طریقے سے نہیں نبھاتے۔ تب ہی علامہ اقبال ''ایک آرزو'' نظم میں کہتے ہیں کہ جب آزادی حاصل ہو جائے گی تو اُس وقت وہ کسی ایسی شام میں آرام و قیام کریں گے جیسے کہ سورج ڈوبنے لگتا ہے تو افق پر شفق

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہی آفتاب شام کی دُلہن کو مہندی کی طرح سجا کر چاند کی طرح رُونما ہوتا ہے۔

راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
اُمید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو!

علامہ اقبال آزادی کی جدّ وجہد کے لئے فرماتے ہیں کہ ہمیں انگریزی سامراج کے حالات کے خلاف جدوجہد کرنی ہے اور ایسی جدّ وجہد کرنی ہے جس طرح مسافر رات کو سفر کرتے وقت تھک جاتا ہے اور آگے قدم نہیں بڑھا سکتا۔

جب وہ کوئی چراغ اندھیرے میں پاتا ہے تو وہیں وہ قیام کرنے کو چاہتا ہے لیکن ہمیں تو جدوجہد آزادی کو پانے اور اسے قائم رکھنے کے لئے سفر کسی تھکن کے بغیر کرنا ہے اور سفر کرتے کرتے ہمیں آزادی کا چراغ جلا کر آرام دہ زندگی کو قیام میں لگانا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

علامہ اقبالؔ اپنی نظم ''ایک آرزو'' میں اس شعر میں کہتے ہیں کہ جب ہمیں آزادی حاصل ہو جائے گی تو اس کے بعد شاعر کی یہی ''ایک آرزو'' ہے کہ وہ چراغ کی روشنی پا کر اس کے آرام کا سہارا بن جائے۔

پچھلے پہر کی کوئل وہ صبح کی موذن
میں اس کی ہم نوا ہوں وہ میری ہم نوا ہو

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے تمام لوگ آزادی کی جدوجہد میں اتنے مصروف ہیں کہ ان کو باغ میں بیٹھ کر کوئل کی آواز سننے کے موزوں پر فرصت نہیں رہتی۔

لیکن اس جدوجہد میں ہمیں اس کوئل کی آواز کو بھی ذہن میں رکھنا لازمی ہے۔

کیوں کہ کوئل کی آواز سے بھی ہم کو ضرور اور لازماً سکون محظوظ ہوتا ہے اگرچہ تحریک آزادی تیز تر چلتی ہے پھر بھی اس کوئل کی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

آواز کو لطف سے بالائے طاق نہیں رکھتا۔

مانتے ہیں کہ ہم انگریزی سامراج کے رُجحانات سے تنگ آچکے ہیں لیکن ہمیں جدّ و جہد کی مصروفیت کی وجہ سے کوئل کی آواز جو کہ وہ صبح بتاتی ہے کہ ہمیں فرصت نہیں کہ اس آواز کو کانوں میں سنیں۔

لیکن علامہ اقبال اپنی نظم ''ایک آرزو'' میں اس کوئل کی آواز پر کہہ رہا ہے کہ جب ہمیں آزادی فراہم ہوگی تو میں پچھلے پہر کی کوئل کی آواز کو یاد کر کے یہ کہوں گا کہ اب میری تمنا ہے کہ جب رات کے آخری حصّے میں کوئل مؤذن کی طرح اذان دے تو میں اس کے ساتھ گاؤں گا اور آواز سے آواز ملا کر کوئل سے کہوں گا کہ مجھے فرصت نہیں کیوں کہ ساری قوم آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہے۔

اسی لئے اب آزادی حاصل ہوئی اور ''ایک آرزو'' نظم میں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بطور پیش گوئی یہ الفاظ کہتا ہوں۔

کانوں پہ ہو نہ میرے دَیر و حرم کا ایسا
روزن ہی چھونپڑی کا مجھ کو سحر نما ہو

میرے خیال سے شاعر نے یہ شعر اسی لئے لکھا ہے کہ جب آزادی کی جدوجہد کی سرگرمیاں تیز تر دیکھنے میں آئی۔ لیکن انگریزی سامراج والوں نے اس جدّ وجہد کو غلامی کی زنجیروں میں باندھ کر لوگوں کو پریشان کیا۔ لوگوں کو رات بھر نیند نہیں آتی۔ اور لوگ آزادی کے لئے تڑپنے لگے۔

اسی لئے علامہ اقبال اپنی نظم ''ایک آرزو'' میں اس طریقے کا حوالہ دیتے ہیں کہ مسجد اور مندر سے دُور اس پہاڑ کے دامن میں رہ کر ایسی روشنی نظر آئے کہ دن نکل چکا ہے لیکن جب میں اس جدوجہد کو توڑ مروڑ کر دیکھتا ہوں تو صبح کے وقت اپنے گھر کی کھڑکی کھول کر سحر کا پتہ معلوم کر کے سمجھتا ہوں کہ ہماری

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

آزادی کب حاصل ہوگی۔

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا مِرا وضو ہو کہ ہنسنا مِری دعا ہو

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اپنی نظم ''ایک آرزو'' میں میری یہ تمنا ہے کہ میرا وطن آزاد ہو جائے، اور میں سکون کے ساتھ بیٹھوں اور اس خوشی میں جب میں باغ میں صبح کے وقت جاؤں تو جا کر میں پھولوں کے شبنم سے اپنا منہ دھو کر خدا کے سامنے اپنی دعا پیش کروں لیکن دعا کرتے کرتے میں خدا سے فریاد کروں گا کہ چھوٹے چھوٹے نونہال ملک میں رہتے ہیں اور آزادی کے جدوجہد کے لئے اپنے آنسو پیتے ہیں۔ وہی آنسو میرے وضو کے برابر ہے۔ اسی لئے میں پھولوں کے شبنم سے ہی وضو کروں کیوں کہ یہ جو آنسو دریا کی طرح بہہ کر انقلاب کا شور مچا کر میری اس آرزو میں رکاوٹ اور رخنہ ڈالے گا۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اب میری یہی تمنا ہے کہ میں سکون کے ساتھ وضو کروں اور خدا کی بارگاہ عالیہ میں سربسجود ہو جاؤں۔

لیکن اس جہاد کو کامیابی کے منظر میں دیکھ کر یہی ایک آرزو ہے۔

دل کھول کر بہادوں اپنے وطن پہ آنسو
سرسبز جن کی نم سے بوٹا اُمید کا ہو

علامہ اقبال اپنے ''ایک آرزو'' نظم میں فرماتے ہیں کہ ...... جب میں نے نوجوانوں کی جدوجہد کو آنسوؤں میں بھیگا پایا تو میں کچھ نہ کر سکا۔

لیکن اپنے قلم سے اس جدوجہد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں اور تا زندگی کرتا رہوں گا۔

اسی لئے اس نظم ''ایک آرزو'' میں میرے خیال کے مطابق علامہ اقبال فرماتے ہیں ...... میں کس طرح اپنے قلم

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کے باوجود اس دَور میں شریک ہوں۔ اسی لئے میں کسی خاص جگہ میں بیٹھ کر تنہائی میں رہوں۔

مطلب یہ کہ وطن سے دُور جہاں میں غلامی کے خلاف زاروقطار رو رو کر خدا سے التجا کی۔ اور اس سے درخواست کروں کہ میری آرزو، میری تمنّا کہ آرزو وقت آزردہ، آزادی کا پرچم واپس جا کر لوگوں کے سامنے پیش کروں۔

اس خاموشی میں جائیں اتنے بلند نالے

تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو

میرے خیال میں ''ایک آرزو'' نظم میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ جب میں خاموشی کے مقام پر بیٹھا ہوں اور وہاں بیٹھ کر اپنی فریاد اور رونے کی آواز، غلامی کی تفصیل تاروں تک پہنچاؤں اور انہیں بیدار کروں۔ ان کی بیداری سے ممکن ہے کہ آزادی کا یہ پرچم لہرے اور اس کی آواز سے میری آرزو

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

لوگوں کی خاطر اور وطن پرستوں کی خاطر پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

ہر درد مند دل کو رونا مِرا رُلا دے

بے ہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

میرے خیال سے علامہ اقبال فرماتے ہے کہ جب میں اپنے طور پر کچھ نہ کرسکا تو میں قلمی مواد لوگوں کے لئے پیش کیا۔ ایسا مواد جو کہ لوگوں کو وقتاً فوقتاً غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر رکھے گا۔

اسی لئے میں وطن کے دردمندوں کے لئے ایسا قلمی مواد پیش کرتا ہوں جو کہ جوان لوگوں کے لئے ہمیشہ مفتوحات کا سبب بنے۔ اسی لئے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ..........

جدوجہد کے لئے مجھے دردمندی محسوس ہوتی ہے اور اس دردمندی میں زار و قطار آنسو بہا کر میں بے حس و حرکت ہو جاتا ہوں۔ اور اس بے حسی میں مجھے پریشانی محسوس ہوتی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

ہے کہ لوگوں کو آزادی کی جدوجہد کے لئے جگادوں لیکن میں اس بے حسی اور بے ہوشی کو مدفون کر کے ہوشیاری ہی میں لوگوں کو بیدار کرتا ہوں۔

اسی لئے ''ایک آرزو'' نظم میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ............

جب تک لوگوں کو آزادی حاصل نہ ہو جائے تب تک بے حسی اور بے ہوشی کی حالت مجھ میں نہیں ہوتی چاہے اور بیداری کی صورت میں بیدار ہوئے لوگوں کو۔

اب میرے خیال میں علامہ اقبال نے اس نظم کا عنوان ''ایک آرزو'' مرتب کیا ہے۔ لیکن میری حقیر رائے کے مطابق اس نظم کا حوالہ آزادی کے جدوجہد کے لئے ملتا جلتا ہے۔

اس کی پوشاک پہن کر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سجاوٹ کے بعد اس نظم کا عنوان ''جدوجہد آزادی'' بطور

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

"ایک آرزو" لیکن مطالعہ کرنے والے قطار میں بیٹھ کر بہت بحث ومباحثہ نہیں کرسکتا ہوں جیسے کہ سائنس کے موضوع پر، زراعت کے موضوع پر اور تعمیرات کے موضوع پر۔

اسی لئے میں اسی موضوع پر اس نثر کو قلم بند کر کے پڑھنے والوں کے سامنے پیش کر کے یہی خیال اور تاثرات کو قلم بند کر کے موضوع کو الوداعی جامہ پہنا کر اللہ تعالیٰ کے نام سے بطورِ فرد پیش کرتا ہوں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مرزا اسداللہ خان غالبؔ

اور

مختلف دوروں میں مختلف جرائم

غالبؔ کی شاعری پر بہت سے مفکروں نے مختلف مختلف تذکرہ بیان کیا جو کہ ہم مختلف کتابوں میں پڑھتے ہیں لیکن میرے خیال میں غالب کی شاعری کے بارے میں مختلف مفکروں نے اس بات کی وضاحت نہیں کی ہے کہ ان کا قلم

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

مختلف جرائم کے خلاف باتیں کہیں ہیں جو کہ ان کی غزل سے
وابستہ کی جاسکتی ہے جیسے :۔

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے		آخر اس درد کی دوا کیا ہے

مطلب: جب بھی کوئی کسی قسم کا جرم کرتا ہے پہلے پہل وہ آدمی کسی لالچ کے پھندے میں پھنس کر اپنا جرم کرتا ہے، پھندے کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کا دل ناداں بنتا ہے، اگر ناداں نہیں بنتا تو وہ جرم نہیں کرتا یہ نادانیت کی وجہ وہ لالچ میں پھنس کر جرم کرتا ہے ورنہ جرم کرنے سے پہلے انہیں خود معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نتائج بہت سنگین ثابت ہو سکتے ہیں۔ جب جرم کرتا ہے اس کے بعد جیل میں اپنی زندگی بسر کرنے کے وقت یہ مان لیتا ہے کہ دل ناداں کہ وجہ سے یہ جرم کیا۔ اگر انہیں معلوم ہوتا کہ یہ ایک درد ہے اور اس کی دوا پر غور کرتا تو جرم کا سامنا نہیں کرتا۔

G.M. College of Education
Raipur, Bantalab
Jammu.
Acc. No....9636.......
Dated.......30.9.11

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں	کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

جب اس جرم کی عدالت میں تحقیقات کیا جاتا ہے اور مان لیا ہے کہ اس نے غلط کام کیا ہے لیکن غلط کام کرنے سے پہلے میری زبان بالکل گونگی بنی، اگر گونگی نہ بنتی تو مجھے خود بخود مدعا اور مقصد ڈھونڈنا تھا۔ اسی طرح سے جرم کو تسلیم کر کے بیان کرتا ہے کہ میرے زبان میں طاقت تھی لیکن مدعا نہیں تھا کہ میں یہ جرم کروں۔ اگر میں جرم کرنے سے پہلے یہ سوچ لیتا کہ اس کا مدعا اور مقصد غلط ثابت ہو سکتا ہے۔

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید	جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

جب جرم کرنے کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نتائج بہت ہی برے ثابت ہو سکتے ہیں اور جس کے خلاف جرم کرتا ہے اور جرم کرنے سے پہلے یہ تسلیم کرتا ہے کہ میں وفادار ہوں اور وفائی دوسرے نہیں جانتے ہیں کہ وفا کیا ہوتی ہے۔ یہ جرم

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

جس کے خلاف کرتا ہوں میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے جرم کرنے سے پہلے میں آپ کا وفادار رہا، لیکن دل کی نادانیت کی وجہ سے میں نے جرم کیا۔

ہاں بھلا کر تیرا بھلا ہوگا		اور درویش کی صدا کیا ہے

جب میں نے ظلم کی سازش رچائی پہلے پہل میں نے جرم کرنے سے پہلے کسی اپنے استاد سے مخاطب ہوا لیکن اس استاد میں بھی یہی خیال رہا کہ جرم کرنے سے کوئی بھی سزا نہیں ملے گی، لیکن جب مجھے سزا ملی تو دوسرے کسی استاد کا مجھے یاد آرہا ہے جس نے مجھے کہا کہ لالچ کے پھندے میں رہائی تسلیم کرو اور دل کو ناداں مت بناؤ۔ جرم مت کرو اگر کسی لالچ کے وجہ سے جرم کرتے ہو اس لالچ کو دریا میں پھینکو۔ پھینکتے وقت یہ کہو کہ ہر ایک کیساتھ بھلائی کرنی چاہیئے اسلئے میں اس سزا کو تسلیم کرنے سے پہلے مجھے اس استاد کی نصیحت یاد آرہی ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

میں نہیں جانتا دعا کیا ہے		جان تم پر نثار کرتا ہوں

اب ہمیں اوپر کے اشعاروں سے معلوم ہو رہا ہے کہ غالب کا قلم سنگین جرموں کے خلاف رہا ہے اسی لئے ہم اس قلم کو تسلیم کرتے وقت یہ کہہ رہے ہیں کہ غالب کے قلم پر یہ تصور کر رہے ہیں کہ ہمیں اس سوچ پر اپنے کو نثار کرنا چاہئے لیکن یہ نہیں تصور کرنا چاہئے کہ ہم کسی غلط کام پر دعا حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر جرم کے خلاف آواز اٹھائیں گے تو ہمیں لوگوں کی طرف سے دعا حاصل ہو سکتی ہے۔

مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے		میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب

اوپر کے مقطع سے ہم یہ مانتے ہیں کہ غالب خود کہہ رہا ہے کہ جرم کرنے سے کوئی بھی مدعا حاصل نہیں ہوتا اور اس سے بددیانتی خجلت زدگی عوام کے سامنے ہوتی ہے اگر ہم نیک دلی سے کام انجام دیں گے کوئی جرم بھی نہیں کریں گے اور اپنے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دماغ میں یہ تصور رکھیں کہ جب ہمیں خدا نے یہاں پیدا کیا تو اس وقت ہم پوشاک کے بغیر رہے اور وارث در نے پوشاک پہنایا۔ اسی لئے ہم مفت ہاتھ آئے تو برا کیا۔ اب ہم اس بات کو تسلیم کرر ہے ہیں کہ غالب کی شاعری مختلف جرائم کے ساتھ وابستہ ہے اور جرائم کے خلاف وقتاً فوقتاً یہ نصیحت غزلوں سے حاصل ہوتا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کیا غزل کو

نظم میں مرتب کر سکتے ہیں؟

آج کل بہت سے شاعر زیادہ تر غزلیں لکھتے ہیں اور نظم کا رُجحان کم ہی پایا جاتا ہے۔ خیر پابند نظم کم لکھتے ہیں اور آزاد نظم زیادہ تعداد میں ادبی حلقوں کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

اگر ہم جائزہ لیں گے اور غزل پڑھیں گے پڑھتے پڑھتے ہم معشوق کے ساتھ باتیں کریں گے مطلب غزل کا معنی عورتیں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

کے ساتھ باتیں کرنا لیکن شاعر کا رُجحان ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ غزل کس پر مرتب کی ہے۔ فقط ہم تشبیہ دیتے ہیں کہ یہ عورتوں کے ساتھ باتیں کرنا۔ جب میں نے داغؔ کی غزل پڑھی۔ پڑھ کر مجھے محسوس ہوا کہ ہوسکتا ہے شاعر کا رُجحان مندرجہ ذیل خیالات پر مشتمل ہوگا:

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں	تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں

ایک راہگیر ہر روز کسی سڑک پر چلتا ہے چلتے چلتے اس کی نظر ہر روز ایک اندھے بھیکاری کی طرف پڑتی ہیں جو بھیک مانگنے میں مصروف ہے۔ بہت سے راہگیر اُسے مختلف پیسے دیتے ہیں مطلب اِن پیسوں کو جمع کرنے کے بعد دن کی کمائی بھکاری بنتی ہے۔ اسی خیال پر یہ راہگیر کہہ رہا ہے کہ میں اس بھکاری اندھے کی محنت بھیک مانگنے کی دیکھ رہا ہوں اور کسی بہانے کی وجہ سے میں دو تین منٹ اس کی عادتیں دیکھتا ہوں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

یہ کیسے بھیک مانگتا ہے اور کس لحظہ سے راہگیر کو مطمئن کرتا ہے جسے کہ وہ دو تین روپیہ بطور عطیہ بھکاری کو دیتا ہے۔

ہماری طرف اب وہ کم دیکھتے ہیں	وہ نظریں نہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں

میں راہگیر ہونے کے ناطے ان کی طرف دیکھتا ہوں لیکن ایما ہونے کی وجہ وہ اس سے نظر نہیں آتا۔ لیکن وہ کم دیکھ رہا ہے لیکن میری نظر ہر ہمیشہ اس کے کام کاج پر پڑتی ہے۔

زمانے کے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں	ہمیں جانتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں

راہگیر ایسے حالت دیکھ کر کہہ رہا ہے کہ زمانے میں ہر ایک کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ راہگیر کو خبر ہے کہ کتنے مشکلات ہر ایک کو برداشت کرنے پڑتے ہیں اگر ہم دیکھتے ہیں لیکن بتانے والے اس اندھے کی حالت پر ترس کم ہی کھاتے ہیں۔

نہ ایمائے خواہش نہ اظہار مطلب	مرے منہ کو اہل کرم دیکھتے ہیں

اب راہگیر یہ محسوس کر رہا ہے کہ خود بخود ایماء کہہ رہا ہے کہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اگرچہ سب لوگ میری بھیک پر ترستے ہیں لیکن اندھا ہونے کے ناطے میں کوئی بھی کام نہیں نبھا سکتا ہوں۔ راہگیر یہ حالت دیکھ کر سوچتا ہے کہ لوگوں میں ترس ہے وہ دیکھ رہے ہیں لیکن انہیں بہت ہی کم محسوس کرتے ہیں۔

غنیمت ہے چشم تغافل بھی انکی	بہت دیکھتے ہیں جو کم دیکھتے ہیں

راہگیر محسوس کر رہا ہے کہ بہت سے لوگ دن بھر اس اندھے کو اپنے جیب کے حساب سے کئی رقم دے کر ثواب حاصل کرتے ہیں لیکن ثواب حاصل کرتے کرتے ایمائے یہ محسوس کرتا ہے کہ جنہوں نے مدد کی ہے وہ اپنے چشمے سے نہیں دیکھ سکتا ہے پھر بھی میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سلامت ہے دل بُرا ہے کہ اچھا	ہزاروں میں یہ ایک دم دیکھتے ہیں

راہگیر کہہ رہا ہے کہ وہ کس انداز سے اندھے کو امداد فراہم کرتے ہیں یہ فراہم کرنے والے کا دل ہی جانتا ہے کس

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

رُجحان سے وہ امداد دے رہا ہے لیکن ہزاروں کی تعداد میں ہم کسی کے دل کا خیال نہیں جیت سکتے ہیں۔ مطلب کس طرز سے کس طریقے سے امداد فراہم کرتا ہے وہ خدا ہی جانتا ہے۔

آخر کار یہ اس مندرجہ ذیل مقطع پر میں اس کی تشبیہ نہیں کرسکتا ہوں جیسے کہ:۔

ہمیں داغؔ کیا کم ہے یہ سرفرازی	کہ شاہِ دکن کے قدم دیکھتے ہیں

یہ مقطع ان کے ہی خیالات کے مطابق ہے اسی لئے اس مقطع کو ہم نظم کے ساتھ وابستہ نہیں کرسکتے ہیں۔ البتہ چھ اشعار والے غزل کو ہم نے نظم کے صورت میں تشبیہ دی۔ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس نظم کو ہم عنوان ''آہ وزاری'' بھی رکھ سکتے ہیں۔

اگرچہ مقطع کا مطلب صحیح انداز میں داغ کی غزل میں ہمیں یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان کی آنکھیں شاہِ دکن کے پاؤں چوم لیتی ہے یہ نہیں کہ مطلب ہے شاہِ دکن تجھ پر مہربان ہے اور عزت

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

سے پیش آتے ہیں۔

خیر اگر ہم مفہوم کے لحاظ سے اس غزل کو دیکھیں گے اور پڑھیں گے ہمیں پہلے شعر میں یہ تشبیہ ملتی ہے کہ اے خدا کوئی تجھے مندر یا مسجد میں یا کسی مقدس زیارت پر یاد کرتے ہیں اور وہاں پر لوگوں کا تانتا نظر میں آتا ہے، لیکن ہر ایک نظارہ دنیا کی ہر مخلوقات میں بلکہ دنیا کے ہر ذرّہ میں کرتے ہیں۔ دوسری شعر کو ایک غزل میں شاعر خود کہتے ہیں کہ اوّل تو ہماری طرف معشوق دیکھتا ہی نہیں اگر وہ دیکھتا ہے وہ ستم اور ظلم کے نظروں سے ہمیں پیش آتا ہے۔ اگر چہ ہم ان کے ساتھ پیار و محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ تیسرے شعر میں داغؔ فرماتے ہیں کہ اُف زمانہ ہمارے اوپر کیسے ظلم ڈھا رہا ہے جن کو میں جانتا ہوں اور جو مجھے جانتے ہیں۔ چوتھے شعر میں شاعر کہہ رہے ہیں جو لوگ عیش و عشرت میں رہتے ہیں وہ ہم سے کچھ نہیں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مانگتے وہ خوداراپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ پانچویں شعر میں بتایا ہے کہ میرے دوست مجھے دیکھ کر پرواہ ہی نہیں کرتے لیکن میں ان کی طرف ہمدردانہ طور سے دیکھتا ہوں۔ چھٹے شعر میں شاعر فرماتے ہیں کہ ہرایک دکھ اور خوشی عزت واحترام سے رہے، میں ان دونوں کو خدا کے شکر سے سلامت کر رہا ہوں۔ اسی لئے اگر چہ ہم اس داغ کے غزل کا مطلب غزل کے طور طریقے سے بتائیں گے تو ان کا مفہوم یہی سمجھا جائے گا لیکن اگر چہ ہم غزل کو نظم کے طور طریقے سے تشبیہ کریں گے میری خیال میں میرا خیال تنقید نگار درست پائیں گے اور میری تنقید پر میرے خیال سے میرے ہی حق میں رائے دیں گے۔ خیر خیال اپنا اپنا۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کیا علی سکندر جگر مرادآبادی کی

غزل کو ہم تحریکِ ہند کیساتھ جوڑ سکتے ہیں؟

1890ء میں علی سکندر جگر مرادآبادی پیدا ہوئے اور 1960ء میں وفات پائی۔ اسی دوران ہندوستان میں تحریک آزادی کا جوش اور ولولہ چل رہا تھا، لیکن کئی شاعروں نے اس تحریک کے ساتھ بطور قلم بہت ہی لوگوں کا ساتھ دیا اگر 1947ء میں ہندوستان آزاد ہوا، لیکن آزادی کے بعد ملک کو

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

سنبھالنے پر بہت ہی وقت لگا۔ اسی لئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ 1890ء سے لیکر 1960ء تک ہندوستان کی تواریخ میں جدو جہد کا ہی مقام کہہ سکتے ہیں، کیونکہ انگریزی سامراج کو الگ کرنے کے بعد کئی دشواریوں کا سامنا لوگوں کو کرنا پڑا۔ اسی لئے میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں اگر چہ جگر مراد آبادی صاحب کو داغ دہلوی کے رنگ و اسلوب کو اپنایا اور اسی راہ پر چل کر ایک نئی راہ کھولی لیکن جگر نے اپنا قلم غزل میں نیا رنگ پیدا کیا۔ جس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جگر بھی اپنے دور میں ایک اچھا غزل گو ثابت ہوئے، لیکن ہم یہ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ جگر کے دوران شاعر کا ماحول آزادی کے جدوجہد پر ہی رہا۔ کیونکہ لوگ ان دنوں آزادی کے لئے لڑ رہے تھے، اس لڑائی کے دوران بہت سے کلام سنے اور پڑھے لیکن شاعروں کا اثر لوگوں کے جذبات پر بھی پڑ گیا۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

خیر ہمیں دیکھنا ہے کہ کیا کوئی غزل علی سکندر جگر مرادآبادی ہندوستان کی تحریک کے ساتھ جوڑ سکتی ہے۔ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم ان مندرجہ ذیل شاعروں کو آزادی کے جدوجہد کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں۔ مثلاً:

کبھی شاخ بلبل وسبزہ وبرگ پر، کبھی غنچہ وگل وخار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مراحق ہے فصل بہار پر

اگرچہ اس شعر کے لفظی مطلب پر ہم جائیں گے تو ہم یہ کہیں گے موسم بہار میں بلبل آزادی کے طور طریقے سے ٹہنیوں پر بیٹھ کر موسم بہار کا لطف اٹھاتا ہے اور اسی موسم میں گلاب بھی کھلتے ہیں۔ خزاں میں خاموش ہوجاتی ہے اسی لئے بلبل کو بہار نہیں آزادی حاصل ہوتی ہے۔

اگرچہ ہم جدوجہد آزادی کے ساتھ اس شعر کو جوڑے گیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بلبل ایک قوم کا رہنما سمجھا جاتا ہے جو

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کہ خزاں کے موسم میں بہت ہی تکلیف اٹھاتا ہے اور خزاں کا پردہ فاش کرنے کے بعد بہار کے منزل پر پہنچتا ہے۔ پہنچ کر یہ بتاتا ہے کہ ہم آزاد ہو گئے اور دعویٰ سے آزادی کا جشن منا رہا ہے کیوں نہ ہم اس شعر کے تشبیہ کو آزاد ہند کے آزادی کے جدوجہد کے ساتھ جوڑیں گے۔

خیر دوسرے شعر میں جگر صاحب فرماتے ہیں:

مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں، گریں لاکھ بار یہ بجلیاں
مری سلطنت یہی آشیاں، مری ملکیت یہی چار پر

اب اگر چہ ہم مطلب پر پہنچیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ بلبل کو گھونسلے میں بیٹھ کر آرام پہنچتا ہے۔ مطلب وہ آرام سے بیٹھتا ہے گھونسلہ ہی اس کی دولت ہے۔ اس پر بلبل کو فخر ہے لیکن گھونسلے کو بلبل خود کہتا ہے کہ یہ میری سلطنت ہے۔

کیوں نہ ہم اس بلبل کی تشبیہ اس آزادی کے جدوجہد کے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

رہنما کے ساتھ جوڑیں اور یہ کہیں کہ ہر ایک رہنما کو اپنا گھونسلہ اپنی قوم ہی ہے۔ اگر چہ قوم خوشحال طریقے سے رہنما دیکھے تو وہ بھی خود بخود مطمئن ہوگا۔ اسی لئے جدوجہد آزادی کے دوران جب مجاہدین آزادی کے رہنماؤں نے یہ پایا کہ ہم آزادی کے قابل ضرور ہیں لیکن جہاد کرنا انگریزوں کے خلاف مناسب سمجھا۔ دوسرے شعر میں علی سکندر جگر مرادآبادی فرماتے ہیں کہ:

عجب انقلاب زمانہ ہے، میرا مختصر سا فسانہ
یہی اب جو بار ہے دوش پر یہی سر تھا زانوئے یار پر

تو مطلب کہ عاشق اس وقت کو یاد کرتا ہے کہ جب اس کا سر معشوق کے گھٹنے پر تھا یعنی معشوق کی ملاقات سے فیض یاب ہوتا ہے۔ اس کے سر کے اتنی قدر کرتا ہے کہ عمر بھر کے لئے اس معشوق پر اپنا جان نچھاور کروں۔ یہی ایک انقلاب ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

اور یہی مختصر سی کہانی ہے۔

کیوں نہ ہم معشوق کا تشبیہ اس جدوجہد آزادی کے رہنما سے وابستہ کریں جس نے آزادی کے جدوجہد کے لئے قربانیاں نچھاور کی۔ مطلب قوم میں معشوق بن کے قوم کو بیداری کر کے یہ فرماتا ہے کہ میں اپنے قوم کے لئے نچھاور ہو جاؤں اور کوئی نیا انقلاب قوم کے سامنے لاکر قوم کو ایک نئ منزل عطا کروں۔

خیر علی سکندر جگر مراد آبادی کی غزل کا چوتھا شعر یوں ہے:

مری سمت سے اسے اے صبا یہ پیام آخر غم سنا
ابھی دیکھنا ہو تو دیکھ جا کر خزاں ہے اپنی بہار پر

مطلب اگر ہم اس غزل کے شعر کا مفہوم ڈھونڈیں گے تو ہم یہ کہیں گے عاشق کے غم کے متعلق آخری پیغام خزاں بہار پر ہونا مطلب بہار کے دوران خزاں کا وقت دیکھنا بہت ہی دشوار عاشق کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ بہار جب دیکھی ہی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

نہیں بہار کے بجائے خزاں کا موسم ہی دیکھا تو وہ بہار کو ڈھونڈنے کے لئے اپنی جدوجہد پر قائل رہتا ہے، کیوں نہ اس شعر کا تشبیہ اس ہندوستانی رہنما کے ساتھ جوڑیں جو کہ انگریزی سامراج کے خلاف بہت سے ظلم دیکھ کر اس ظلم کو مٹانے کے لئے جدوجہد پر قائل رہا اور تحریک آزادی کو حاصل کرنے کے بعد کہا کہ میں نے خزاں ہمیشہ انگریزی سامراج میں دیکھا اور آزادی حاصل کرنے کے بعد بہار کا موسم محسوس کر رہا ہوں۔ آخر کار ہم جگر کے مقطع پر یوں بحث کرتے ہیں، پہلے پہل ہم شعر کو یوں لکھتے ہیں:

میں رہینِ درد سہی مگر، مجھے اور چاہئے کیا جگر
غم یار ہے مرا شیفتہ میں فریفتہ غمِ یار میں

جگر مرادآبادی کا مطلب ہے کہ وہ دردِ غم کا شکار رہا اور عاشق شیدائی دلدادہ غم غمِ یار، معشوق کی ملاقات کا غم ہمیشہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

شاعر کے دل میں رہا۔ وہ تڑپتا رہا کہ کب معشوق کے ساتھ ملاقات ہو جائے اور اپنے غم کا ازالہ کر سکے۔ کیوں نہ ہم اس مقطع کو ایسی تشبیہ دے کر یہ کہیں کہ جب تحریکِ آزادی کے دوران رہنما فرماتے تھے کہ کب ہم انگریزوں کے چنگل سے آزاد ہو جائیں اور لوگوں کو مسرت اور شادمانی کا پرچم دیکھائیں۔ دیکھا کر یہی پرچم لہرائیں اور اسی لئے یہ رہنما کہہ رہے ہیں کہ کب وہ آزادی حاصل کریں۔ مطلب آزادی کا تشبیہ معشوق کے ساتھ دیا جاتا ہے اور اسی معشوق کے ساتھ ملاقات کرنے کے بعد اپنا غم وغصہ اختتام پر پہنچے گا۔ مطلب رہنما کہہ رہے ہیں کہ جب ہم آزادی حاصل کریں تو ہم آرام سے سو کر قوم کو انگریزوں کے چنگل سے آزاد کریں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

خواجہ الطاف حسین حالی کا قلم اپنے پیشے کے ساتھ

خواجہ الطاف حسین حالی برّصغیر کے ایک بڑے بلند پائے کے قلم کار تسلیم کئے جاتے ہیں اور حالی نے ادب کی خدمت کے علاوہ علی گڑھ یونیورسٹی کے لئے بھی بہت سارا کام سرسید احمد خان کے زیراہتمام انجام دیا ہے۔ حالی کو ادبی حلقوں میں زیادہ تر نظم کا ہی شاعر تصور کیا جاتا ہے گو حالی نے بہت سی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غزلیں بھی لکھی ہیں لیکن زیادہ تر ان کی نظموں کو ہی بیان کیا جاتا ہے۔ خیر حالؔی نے اپنا پیشہ ملازمت کے ساتھ ہی وابستہ کیا لیکن اگر ہم غور سے اور تنقیدی لحاظ سے ان کی ایک غزل کو دیکھ کر تاثرات بیان کریں تو یہ تحقیق تصور میں آتی ہے کہ حالؔی نے غزل کے عین مطابق قلمبندی کی ہے اور بہت اچھی غزلیں کہی ہیں۔ ادیب دوست اور ادبی حلقے اگر میرے خیالات سے متفق ہیں یا وہ اس کے خلاف ہیں لیکن اپنے خیالات سے مندرجہ ذیل تاثرات بیان کرتا ہوں جیسا کہ حالی نے اپنی ایک غزل میں کہا ہے۔

بڑھاؤ نہ آپس میں اُلفت زیادہ
مبادا کہ ہوجائے نہ نفرت زیادہ

اگر ہم مندرجہ بالا غزل کے مقطع کو غزل کی رو سے بیان کریں اور پیشے کے اعتبار سے دیکھیں تو یہ بات سامنے آتی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ہے کہ جب ملازموں میں آپسی ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے تو کمزور ملازم کو دوسرے دوست کہتے ہیں کہ آپ نے دوستی کیوں نہیں نبھائی ہے اور کم دوست رکھنے والے سے ٹکراؤ نہیں ہوتا ہے۔ دوست ضرور ہونا چاہئے لیکن حدو سے باہر نہیں، کیونکہ حدود سے باہر نفرت کی آگ پھیلتی ہے اور اسی بات کی طرح حالی کی غزل کے دوسرے اشعار سے بھی اشارہ ملتا ہیں ۔

جنہیں رام ہوتا ہے مٹھی زباں سے
نہیں لگتی کچھ اس میں دولت زیادہ

اگر ہم ملازمت میں بہت دوست رکھتے ہیں تو دوست باتیں کرتے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ یہ کام ضرور کرنا چاہئے، کوئی رام کی کتھا ہے تو کوئی کسی مذہب پر چلنے کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن یہ بیان بازی کرنے والے کا نہ ہی تو اس میں کوئی خرچہ آتا ہے اور نہ ہی وہ اس پر خود عمل کرتا ہے۔ اسی طرح سے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اگر ہم حالی کے پیشے کے مطابق سوچیں تو ملازمت میں بڑے افسروں کو چھوٹے ملازموں کی ضرورت پڑتی ہیں اور ممکن ہے کہ کسی بڑے ملازم نے چھوٹے ملازم کو ستایا ہو اور حالی نے اس احوال کو بیان کیا ہو۔

اے میرے دوست اس افسر کے پاس جاؤ گے تو اپنی عرضداشت پر یہ ضرور لکھنا کہ ملازمت میں میں نے بہت سارے اتار چڑھاؤ دیکھے لیکن ان اتار چڑھاؤ کو معیاری سطح پر لاکر ملازمت برقرار رکھنا۔

اسی طرح حالی نے بھی بیان کیا ہے کہ ملازمین برادری میں کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ تنظیم میں رہ کر بہت سے ملازموں کے خلاف کام انجام دیتے ہیں اور اس مندرجہ ذیل شعر سے شاعر نے انسان کو فرشتہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جیسے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

میں سمجھتا ہوں کہ حآلی نے اس شعر میں یہ بیان کیا ہے کہ جب بہت سارے ملازموں میں انسانیت کے اصوٗل پائے جاتے ہیں اور وہ یہ اصول محنت سے حاصل کرتے ہیں لیکن جب یہی ملازم تنظیم نو کی تشکیل دیتے ہیں تو اسی تنظیم میں ایسے رکن بھی ہوتے ہیں جو فرشتہ دکھائی دیتے ہیں، لیکن حالی نے جو غزل کہی ہے وہ ضرور اپنے پیشہ سے وابستگی پیدا کرتی ہے جیسے

بکے مفت یہاں ہم زمانے کے ہاتھوں
یہ دیکھا تو تھی یہ بھی قیمت زیادہ

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالی کہتا ہے کہ ملازمت میں چمچہ گیری کرنے کے لئے افسر لوگوں نے کئی ملازم رکھے ہوئے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ہوتے ہیں اور ان کا کام مفت میں چمچہ گیری کا کام نبھانا ہے لیکن شاعر حضرات کسی چمچہ گیری سے تعلق نہیں رکھتے اور وہ اپنا کلام قیمتی سمجھ کر اپنے پیشہ ورانہ ملازمت کو باعزت اور قیمت کے طور پر موجود رکھتا ہے۔ آخر کار خود شاعر غزل کے مقطع میں بیان کرتا ہے کہ ؎

غزل میں وہ رنگت نہیں تیری حالؔی

الا پیش نہ بس آپ دھر پت زیادہ

میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ غزل مرتب کرنے سے قبل حالی نے اپنی پیشہ ورانہ ملازمت کی وابستگی قلم میں ضرور پیدا کی ہے اور اوپر دیئے گئے مقطع میں خود حالی تسلیم کرتا ہے کہ غزل میں اتنا رنگ نہیں پیدا کر سکا جتنا کہ نظم میں پیدا کر سکا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

میرؔ کی غزل بطور افسانہ

کیا میر تقی میرؔ کی غزل کو افسانے کے صورت میں بیان کرسکتے ہیں۔ میر تقی میر کے ایک غزل جو کہ سات شعروں پر مشتمل ہے بہت ہی اچھی غزل ہے غزل کا مطلع یوں:

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
لہو آیا ہے جب نہیں آتا

شعر کا مطلب ہے شاعر کہہ رہا ہے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو کے قطرے اسی لئے بہہ رہے ہیں کہ ان کو اپنی محبوب نظر ہی نہیں آتا اور اس سے خون کی حرارت کم ہو کر جذبہ ٔ جدائی میں بیان کر رہا ہے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دوسرے شعر میں اسی غزل میں فرماتے ہیں:۔

ہوش جاتا نہیں رہا لیکن
جب وہ آتا ہے تب نہیں آیا

شاعر کہتا ہے جب میں معشوق کو دیکھتا ہوں دیکھ کر ہی انہیں ہوش نہیں رہتا اوران کا جسم دوسرے جنون میں تبدیل ہوکرلرزش کی صورت میں اپنے دل کومحسوس کرتا ہے۔تیسرے شعر میں:۔

صبر تھا ایک مونسِ ہجراں
سو وہ مدت سے اب نہیں آتا

شاعر کہہ رہاہے کہ جب کبھی بھی مجھے جدائی محسوس ہوئی لیکن میں نے اس جدائی کومحسوس نہ کرنے کے لئے اپنے دل کودبا کرصبر سے کام لیا اورمیں بھی اپنے ساتھی کودل سے دور رکھا۔چوتھے شعر میں:۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش
گریہ کچھ بے سبب نہیں ہوتا

شاعر کا مقصد ہے کہ ہر ہمیشہ ہمت اور اپنے حوصلہ سے کام لیتا ہے ورنہ جدائی سے دماغ میں تناؤ محسوس کر کے نادانیت کی صورت اختیار کر لیتا۔ ناداں پن کو دور کرنے کیلئے وہ ہمت سے صبر کر رہا ہے۔

پانچواں شعر میں:۔

عشق کو حوصلہ ہے شرط ورنہ
بات کا کس کو ڈھب نہیں آتا

شاعر کا مقصد شعر نمبر چار میں بیان کیا کہ جدائی کی وجہ سے انہیں آنکھوں میں اشک محسوس کرتا ہے لیکن شعر نمبر پانچ میں یہ کہہ رہا ہے کہ ان آنسوؤں کو خوش اسلوبی سے سنبھال کر ہمت اور حوصلہ سے کام لینا ہے ورنہ آنسوؤں سے کم ہمت ہو کر زندگی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

کا ہر ایک کام یوں کا توں رہ کر کوئی بھی مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔

چھٹے شعر میں:۔

جی میں کیا کیا ہے اپنے اے ہمدم
پر سخن تا بلب نہیں آتا

شاعر کہہ رہا ہے کہ ان کے دل میں بہت سی باتیں اُبھرتی ہے لیکن وہ بات اپنے ہونٹوں تک پہنچتی ہے لیکن بیان بازی قدرتی طور سے ترک ہوتی ہے اسی لئے وہ معشوق کے جدائی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہے۔

آخر میں میر تقی میر کے اوپر کے مقطعہ سے یہ معلومات حاصل ہوتے ہیں کہ معشوق کی جدائی سے کسی بھی فرد کو یا افراد کو یا محبوب کو اپنا توازن تہس نہس نہیں رکھنا چاہیئے۔ اپنے خوش اسلوبی سے جدائی کا پیغام پڑھ کر سنبھال کے رکھنا اور خوش اسلوبی سے اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اوپر شعروں سے ہمیں یہ معلومات ہوتا کہ میر تقی میر جدائی میں رہنا ہی پسند کرتا ہے اور معشوق کو اپنے ساتھ نہ رکھنے کا ارادہ ہی رکھتا ہے۔ لیکن اگر ہم ان تمام شعروں کا نچوڑ اس طرح بیان کریں کہ ایک آدمی جو کہ جنگل میں بیٹھا ہے اور سن سان کا منظر دیکھ رہا ہے اور بہت سے پودوں کے مناظر دیکھ کر اپنے دل کو بہلا رہا ہے اور اپنے شہریوں کے ساتھ اپنی زندگی بسر نہیں کرنا چاہتا ہے اسی لئے اپنے آپ کو اکیلا پن میں ان جنگلوں میں بیٹھ کر اپنی زندگی بسر کر رہا ہے جبکہ اس کے خوبصورتی پر یا اس کے حسن پر ایک معشوق ترستی ہے اس سے ہمیشہ اس کا چہرہ یاد آرہا ہے اور اسی لئے وہ یوں شعر میر تقی میر کا دہراتی ہے:۔

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
لہو آتا ہے جب نہیں آتا

جب اس معشوقہ کی سہیلیاں یہ کہہ رہیں ہیں آپ کس

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بات پر ترستی ہے کیا آپ کے گھر میں سکون کا ماحول نہیں ہے کیا آپ کو کسی چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے لیکن وہ معشوقہ راز بتانے کے لئے آمادہ نہیں ہوتی اور راز کو اپنے ہی دل میں چھپاتی ہے یہ نہیں کہہ رہی ہے کہ وہ اس عاشق کے لئے ترستی ہے جو کہ کچھ عرصہ پہلے اپنے محلّہ سے بھاگ کر کسی غیر جنگل میں بیٹھ کر اپنی زندگی کا قیام کر رہا ہے۔ اسی لئے وہ میر صاحب کی اس شعر کو یوں کہہ رہی ہے۔

ہوش جاتا نہیں رہا لیکن
جب وہ آتا ہے تب نہیں آتا

جب گھر والے اس محبوب کی تصویر دیکھتے ہیں اس کا چہرہ دن بدن بیماری کی صورت میں دیکھائی دیتے رہا ہے تو وہ ڈاکٹری علاج کیلئے کسی ڈاکٹر سے مشورہ لیتے ہیں۔ صحت کا ملاحظہ کرنے کے بعد ڈاکٹر یہ بتا رہے ہیں کہ محبوب بہت ہی اچھی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

صحت میں ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں بتا سکتے۔ ان کے دل میں کونسا دباؤ ہے جس سے چہرے کی رونق بیماری کی صورت میں دیکھائی دے رہی ہے جب گھر والے محبوب کو پوچھتے ہیں لیکن وہ اس پوشیدہ راز کو نہیں بتاتی اور صبر و تحمل سے کام انجام دے کر عاشق کی جدائی پر ترستی ہے۔ میؔر صاحب کے اس شعر سے جوڑ ملتا ہے

صبر تھا ایک مونسِ ہجراں
سو وہ مدت سے اب نہیں آتا

جب گھر والے اپنے محبوب کی صورتحال بہت ہی خراب دیکھتے ہیں وہ ان کے سہیلیوں کے ذریعہ تحقیق کر رہے ہیں تاکہ محبوب یہ بتائے کہ کس وجہ سے محبوب کا صحت خراب ہو رہی ہے۔ اگرچہ محبوب کو کس معشوق کے ساتھ وابستگی ہے اس کو بھی نپٹائیں گے۔ لیکن محبوب سہیلیوں کیساتھ بھی رہ کر اپنا راز فاش نہیں کرتی لیکن سہیلیاں محبوب کو دباؤ ڈال کر راز کا فاش کرنا چاہتی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ہے جب راز کا فاش ہی نہیں ہوا اور گھر والوں کی خواہش پوری ہی نہیں ہوئی اپنے دل سے معشوقہ اس شعر کو گنگناتی ہے:۔

دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش
گریہ کچھ بے سبب نہیں آیا

آخر کار اس راز کا فاش ہی نہیں ہوا اور گھر والے بھی تنگ آ گئے اور وہ معشوقہ کو کچھ نہ کہہ سکے اور گھر کا بڑا مالک اس شعر کو گنگنانے لگتا ہے وہ یہ ہے:۔

عشق کو حوصلہ ہے شرط ورنہ
بات کا کس کو ڈھب نہیں آتا

اگر چہ ہم ان شعروں کے دلائل ہر ایک شعر کے بارے میں بتاتے گئے کیوں نہ ہم اس مضمون کو افسانے کے صورت میں بیان کرے یہ کہیں کہ یہ غزل افسانے کے طور طریقے سے جڑ گئی کیوں نہ ہم اس کا عنوان یہ لکھیں جدائی لیکن صداقت

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

بالائے طاق یا راز کو نہیں کیا فاش ، کیونکہ میر تقی میر صاحب کے مقطع سے ہمیں یہ معلوم ہو رہا ہے کہ وہ خود مقطع میں کہہ رہے ہیں وہ کوئی بھی بات کہنے والا ہے لیکن وہ بات ہونٹوں تک پہنچ کر رُک جاتی ہے مطلب راز کو راز میں رہنے دیا تا کہ رسوائی بے عزتی سے دو چار نہ ہونا پڑے۔ اسی طرح سے اگر چہ محبوب کے معشوق نے اپنی زندگی جنگلوں میں بسر کی اور راز کو راز ہی رکھا۔ اگر چہ راز کا پردہ فاش ہوتا تو محبوب اور معشوق کی سماج میں خجل زدگی بھی ہوتی اور اگر اس رسوائی کو سماج میں پردہ فاش ہو کر عزت اور احترام دونوں کا سماج میں گراوٹ ہی کے ماحول میں نظر آ سکتی۔ اسی لئے راز کو راز میں رکھنا میر صاحب کا اولین فرض اس غزل کے مقطع میں حاصل ہوتی ہے اور ہم اس افسانے کا عنوان بھی ''خجل زدگی'' بھی رکھ سکتے ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غالب کی غزلوں میں

قوم کی ترجمانی

آج تک جو بھی غالبؔ پر ہم نے غزلیں پڑھی وہ بیشتر ہم نے ان شعروں پر معشوق اور عاشق کے بارے میں تشبیہ دیتے رہے۔ لیکن ہم نے غالب کے قلم پر غور سے تحقیق نہیں کیا۔ دراصل غالب نے غزلوں کی ترجمانی کی اور صحیح غزل گو بنے، لیکن غزل میں ہی کئی اشعاروں سے ہمیں قوم کی ترجمانی کا صحیح اندازہ لگا سکتے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

ہیں جیسے کہ

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

پہلے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے والا کوئی مسیحا ہے لیکن زندہ کر کے بھی لوگ تڑپتے ہیں کیونکہ معشوق کی طرف سے انہیں دل کی دوا میسر نہیں ہوتی۔ کیوں ہم اس شعر کو اس انداز میں بیان کریں جب غریب عوام روٹی کیلئے ترستی ہے اور بھوک مری کے لئے مجبور ہو کر بھیک مانگتی ہے۔ لیکن اس کی بھوک کو خدا کے رحم و کرم سے خدا ہی مٹاتا ہے۔ اسی لئے شاعر قوم کی ترجمانی اس شعر میں کہتا ہے کہ اے ہم وطنو اگر آپ میں کسی غریب پر ترس ہے تو وہی دل کی دوا ہے اور اسی سے دل کی دوا حاصل ہو سکتی ہے۔

دوسرے شعر میں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جنونی حالت میں نہ جانے کیا کیا ہم کہتے ہیں لیکن اس حالت میں لوگوں کو کچھ سمجھ نہیں آتا اور اپنے دماغ سے خارج رہ کر پاگل پن جیسا اختیار کرتے ہیں لیکن جن کو یہ معلوم ہے کہ جنونی حالت ہے وہ خاموش رہتے ہیں کیوں نہ ہم اس شعر کو قوم کے نام منسوب کریں تا کہ قوم کے رہنما کسی غیر ملک کے خلاف جنونی حالت نہ رکھے اور سرکار کے خلاف بھی جنونی حالت کے طرز پر بیان بازی نہ کریں۔ ایسی حالت رکھیں جس سے قوم کی ترقی دن دوگنی اور رات چوگنی حاصل ہو جائے۔ تیسرے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ

نہ سنو گر برا کہے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

اگر کوئی برا کہے تو اس سے برا نہیں سننا اگر غلطی کر رہا ہے تو اس سے روک لو اگر کسی نے خطا نہیں کی ہے اس سے معاف کرو۔ کیوں نہ ہم اس قوم کے بڑے عہدیداروں کو یہ کہیں اگر عدل کے لحاظ سے حق کا فیصلہ دینا ہو وہ انہیں مصرعوں کو یاد کر کے عوام کو فیصلہ دیں، اور جس سے عوام کو محسوس ہو جائے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے چوتھے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ

روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی

اگر کوئی غلطی بھی کرتا ہے تو اسے معاف کیا جائے اور غلطی کا اسے احساس دیا جائے کہ غلط کیا ہوا معاف کیا جاتا ہے آئندہ کے لئے غلطی نہ ہو جائے۔ اسی طرح سے اگر قوم کے رہنما قوم کو کوئی نصیحت فراہم کرتے ہیں لیکن اس نصیحت پر خود نہیں چلتے ہیں عوام کو اس پر خدشات محسوس ہوتے ہیں۔ ایک

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

قومی رہنما کو قوم کیلئے ان خدشات کو دور کر کے قوم کے رہنمائی کرنی چاہیئے۔ پانچویں شعر میں شاعر کہتا ہے کہ

کون ہے جو نہیں ہے حاجب مند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

اس دُنیا میں ہر شخص اپنے حاجت کے لئے محتاج رہتا ہے اس کو ہمیشہ اپنی محتاج کے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں تا کہ وہ چیز جس کیلئے محتاج رہا حاصل ہو جائے۔ اسی طرح سے اگر قوم کے رہنما ہمیں قوم کیلئے اپنا ہاتھ دُنیا کے اشخاص کے سامنے پھیلاتے ہیں اور اپنے قوم کو حاجت نکالتے ہیں۔ جس سے قوم بہت ہی خوش نظر آتی ہے۔ یہ وہی رہنما کر سکتا ہے جس کو اپنے قوم کا درد ہو۔ آخری شعر میں غالب فرماتے ہیں کہ

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب
کیوں کسی کا گلا کرے کوئی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

جب ہمیں معشوق کا توقع ہی نہیں رہا اُن کا دیدار ہی نہیں کیا اور نظر میں ہی نہیں آئی اور اسی لئے شاعر کو معشوق پر کوئی توقع ہی نہیں رہی۔ مگر قوم کے رہنماء کو کبھی غلط کاموں کیلئے توقع نہیں رکھنی چاہئے غلط کام ہی غلط راہ گیر ثابت ہو سکتا ہے۔ قوم کے رہنما کو توقع رکھنا چاہئے کہ انہیں اچھا ہی نظر آئے اگر اچھا کرنے سے انہیں کوئی توقع حاجت مندوں کے ذریعہ حاصل نہ ہو جائے پھر بھی قوم کے رہنماء کو اپنے قوم کیلئے توقع ہمدردانہ رکھنا چاہئے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

پنڈت برج نرائن چکبست کے نظموں میں علامہ اقبال کا اثر

پہلے پہل ہم علامہ اقبال کی پیدائش کا ذکر کریں شاعر مشرق 1877ء میں پیدا ہوئے اور 21 اپریل 1938ء میں اس دُنیا سے وفات پائے۔

پنڈت برج نرائن چکبست 1887ء میں پیداء ہوئے اور 1962ء میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پنڈت برج نرائن چکبست کی ایک مشہور نظم حسن کا عنوان

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

"خاکِ ہند"

اے خاک ہند تیری عظمت میں کیا گماں ہے
دریائے فیضِ قدرت تیرے لئے رواں ہے
تیری جبیں سے نورِ حسنِ ازل عیاں ہے
اللہ رے زیب وزینت کیا اُوجِ عزّ وشاں ہے
ہر صبح ہے یہ خدمت خورشید پر ضیا کی
کرنوں سے گوندھتا ہے چوٹی ہمالیہ کی

جب ہم 'خاکِ ہند' کے مندرجہ بالا چھ مصرعے پڑھتے ہیں تو شاعر فرماتا ہے کہ ہندوستان کی عظمت میں کوئی کلام نہیں ہے اور قدرتی مناظر سے مالا مال وطن ہے۔ اگرچہ مندرجہ بالا کے مصرعوں کو ہم مختصر ردیف وکافیہ میں بیان کریں گے تو ہمیں علامہ اقبال کی وہ قومی ترانہ یاد آئے گا جس میں علامہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اقبال فرماتے ہیں:۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

لیکن جب ہم خاکِ ہند کے نظم کو اور مندرجہ ذیل کے چھ مصرعے پڑھتے ہیں تو

اس خاک دل نشیں کے چشمے ہوئے وہ جاری
چین وعرب میں جن سے ہوتی تھی آبیاری
سارے جہاں پہ جب تھا وحشت کا ابر طاری
چشم وچراغ عالم تھی سرزمیں ہماری
شمع ادب نہ تھی جب یوناں کی انجمن میں
تاباں تھا مہر دانش اس وادئ کہن میں

شاعر فرماتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ہندوستان کا عظیم تہذیب کا ڈھانچہ تمام دُنیا بھر میں مشہور رہا ہے۔ اسکے علم وفن

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

سے چین و عرب فیض پاتے تھے۔ جب دُنیا میں وحشت اور جہالت کا دور دُورہ تھا تو ہمارا ہندوستان علم وفنون کی دولت سے مالا مال تھا۔ لیکن علامہ اقبال ان مندرجہ بالا اشعار پر پہلے ہی فرماتے ہیں کہ

یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام ونشاں ہمارا

اگر ہم غور سے مندرجہ ذیل کے چھے اشعار پڑھیں۔

گوتم نے آبرو دی اس معبد کہن کو
سرمد نے اس زمیں پر صدقے کیا وطن کو
اکبر نے جامِ اُلفت بخشا اس انجمن کو
سینچا لہو سے اپنے رانا نے اس چمن کو
سب سور بیرا اپنے اس خاک میں نہاں ہیں
ٹوٹے ہوئے کھنڈر ہیں یا ان کی ہڈیاں ہیں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

پنڈت برج نرائن چکبست فرماتے ہیں کہ اس ہندوستان میں گوتم مہاتما بدھ جیسے روحانی شخص پیدا ہوئے ہیں۔ جس سے چین جاپان، تھائی لینڈ، برما، لنکا وغیرہ ممالک بھی بدھ مت میں شامل ہوئے۔ گوتم بدھ نے ہندوستان میں جنم لیا تھا لیکن اس فقیر کی تمام نصیحت دُنیا کے کونے کونے میں پھیلی، اگر چہ ہم اسی مندرجہ بالا کے اشعار کو غور سے پڑھیں گے تو علامہ اقبال نے چھوٹے الفاظوں میں یہ اشعار پہلے ہی لکھا۔

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

اسی طرح سے اگر ہم برج نرائن چکبست کی نظم کے مندرجہ ذیل اشعار

دیوار و در سے اب تک ان کا اثر عیاں ہے
اپنی رگوں میں اب تک ان کا لہو رواں ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

اب تک اثر میں ڈوبی ناقوس کی فغاں ہے
فردوسِ گوش اب تک کیفیتِ اذاں ہے
کشمیر سے عیاں ہے جنت کا رنگ اب تک
شوکت سے بہہ رہا ہے دریائے گنگ اب تک

برج نرائن کے چکبست فرماتے ہیں کہ ہندوستان کو کشمیر کے ساتھ گہری وابستگی ہونے کے ناطے جنت کے باغ ساتھ ساتھ رہے ہیں اور کھنڈرات بھی دیکھنے کے قابل ہیں اور ان کھنڈراتوں کو دیکھ بلا لحاظ مذہب وملت ہر ایک ہندوستان تواریخی کا دور یاد کرتا ہے۔ جنتِ کشمیر کو نہیں بھولتا ہے اور کشمیر کے سرزمین بہار اور دلکش مقامات ہمیشہ یاد کرتا ہے۔ اگرچہ ہم غور سے ان اشعاروں کی وابستگی علامہ اقبال کے حب الوطن کے اشعار سے وابستہ کریں تو پہلے پہل ہی علامہ اقبال فرما چکے ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

پربت وہ سب سے اونچا، ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا، وہ پاسباں ہمارا

برج نرائن چکبست کے مندرجہ ذیل شعر بہت ہی بہترین ہیں

اگلی سی تازگی ہے پھولوں میں اور پھلوں میں
کرتے ہیں رقص اب تک طاؤس جنگلوں میں
اب تک وہی کڑک ہے بجلی کی بادلوں میں
پستی سی آگئی ہے پر دل کے حوصلوں میں
گل شمع انجمن ہے گو انجمن وہی
حب وطن نہیں ہے خاکِ وطن وہی

شاعر فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں بلالحاظ و مذہب و ملت انسانیت کی ریت کے حساب سے ہر ایک کام چلتا ہے اور اسی روایت سے ہر ایک کام انسانی طرز کے طریقے سے نبھاتے ہیں۔ لیکن ہم اس طرز کو صدیوں سے پہلے ہی نبھا ہو چکے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ہیں۔ جیسے کہ علامہ اقبال نے ان مندرجہ ذیل باتوں میں یہ اشعار فرمائے ہیں:۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

پنڈت برج نرائن چکبست کے آخری اشعار:۔

اے صورِ حبِّ قومی اس خواب سے جگا دے
بھولا ہوا فسانہ کانوں کو پھر سنا دے
مردہ دِلوں کی افسردگی پھر مٹا دے
اُٹھتے ہوئے شرارے اس راکھ سے دکھا دے
حبِّ وطن سمائے آنکھوں میں نور ہوکر
سر میں خمار ہوکر دل میں سرور ہوکر

شاعر فرماتے ہیں کہ وہ پھولوں پھلوں کی تازگی سے ہندوستان میں بہت ہی مطمئن رہا۔ اس میں وطن پرستی کا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

جذبہ بھی گہرا پایا ہندوستان کے لوگوں کو بہادروں کی کہانی پر بہت ناز و نخرے ہیں لیکن ہم دعویٰ سے اب یہ کہہ سکتے ہیں کہ پنڈت برج نرائن چکبست کو علامہ اقبال کا کافی اثر رہا ہے۔ اوراسی لئے شاعر حضرات نے اوپر دیئے ہوئے مندرجہ بالا شعر کہہ کر علامہ اقبال کے خیالات ان مندرجہ ذیل اشعاروں سے وابستگی ملتی ہے۔جیسے

اے آب رود گنگا، وہ دن ہیں یاد تجھ کو؟
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشک جناں ہمارا

آخری شعر میں شاعر علامہ اقبال فرماتے ہیں لیکن برج نرائن چکبست نے خاکِ ہند میں اپنے تاثرات نہیں فرمائے ہیں گو علامہ اقبال نے مان لیا ہے کہ ہندوستان آزادی کی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

جدوجہد کے لئے ہمہ گیر جہاد میں مصروف ہے اللہ تعالیٰ اس جہاد کوفوراً حاصل کرے اور انگریزی سامراج کے خلاف بسترہ گول کیا جائے۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ

اقبال ! کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو درد نہاں ہمارا

لیکن برج نرائن چکبست کی اس نظم سے ہی خاکِ ہند کا جوڑ نہیں ملتا ہے بلکہ علامہ اقبال کی دوسری نظم سے بھی جوڑ ملتا ہے جیسے کہ

بندے کلیم جس کے پربت جہاں کے سینا
نوحِ نبی کا آکر ٹھہرا جہاں سفینا
رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینا
جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

پنڈت برج نرائن چکبست کی اس نظم پر اگر ہم غور سے تحقیق کریں گے تو شاعر حضرات نے عنوان سجاوٹ کے طریقے سے نہیں لکھا ہے۔ خاکِ ہند کے بجائے اگر اس نظم کا عنوان ہندوستان یا وطن بلبل ہوتا خوب انداز سے نظم کا عنوان ادبی حلقوں میں سجاوٹ کے طریقے سے تسلیم ہوتا۔ اگرچہ ہم غور سے سوچیں گے خاکِ ہند بہت ہی اچھا عنوان ہے لیکن اگر غور سے پھر سوچیں گے تو ہم کہیں گے کہ ہمیں آخر کار خاک میں ہی ملنا ہے۔ اور ہر ایک چیز خاکی ہے مگر ملک کو کچھ نہ کچھ سجاوٹ کے انداز میں بتانا اور لکھنا کتنا اچھا سج جاتا۔ ہمارے نونہال جب اس نظم کو پڑھتے ہیں انہیں عنوان پسند نہیں آتا کیونکہ وہ ابھی قوم کے پودے ہیں ان کو معلوم نہیں آخر ہمیں خاک میں ہی ملنا ہے جوانی کے تصور سے وہ اس عنوان کو ادبی میں حلقوں میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ شاعر حضرات نے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اپنے ترنم میں اور شاعری کے فن پارے کے ذریعے لوگوں تک اچھی باتیں بتائی ہیں۔ اگر چہ ہم اسی نظم کو علامہ اقبال سے وابستہ کریں تو ہم یہ تحقیق کریں گے کہ علامہ اقبال نے جو بھی نظم لکھی ہے ان نظم کا عنوان بہت ہی پسند آتا ہے۔ جیسے کہ قومی گیت اور حب الوطن کا نغمہ مگر ہمیں برج نرائن چکبست کو کبھی نہیں بھولنا جنہوں نے ردیف وقافیہ میں اپنے اشعار بیان کئے ہیں۔ اگر چہ علامہ اقبال کا تصور ان کے دل کیساتھ اور قلم کے ساتھ میل کھاتا ہے پھر بھی ہم برج نرائن چکبست کو ادبی خدمات کیلئے نہیں بھول سکتے اور ان کے اشعار سنہری الفاظوں سے تا ابد سجاوٹ میں رکھے جائیں گے۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

علامہ اقبال اور مرزا اسد خان غالب کی شاعری میں اتفاقاً انقلاب پایہ جاتا ہے

تمام دُنیا کے ممالک آج کل جمہوری نظام کے دائرے میں گنے جاتے ہیں۔ لیکن ان میں سے چند ملک جن میں ابھی تک جمہوری طرزِ نظام قائم نہیں ہے۔ بہر حال ہم جمہوریت طرزِ نظام کے بحث پر کچھ روشنی ڈالیں گے آج کل دنیا کے تمام ملکوں میں لوگ اپنی ہی طرز کے مطابق حکومت تشکیل

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دیتے ہیں۔ مطلب وہ خود بخود اراکین کو ایوان کے لئے منتخب
کرتے ہیں اور اکثریت کے مطابق حکومت تشکیل دی جاتی
ہے۔ لیکن اگر چہ ہم غور سے دیکھیں گے اور تحقیق کریں گے
جمہوریت طرز سے پہلے دُنیا کے تمام ملکوں میں غلامی کا دور پایا
جاتا تھا۔ مطلب شخصی راج سے لوگ تنگ آچکے تھے۔ بادشاہی
حکمرانوں کے مطابق کام چلتا تھا اور ہر ایک انسان خوف اور
ہراساں میں ہر وقت شخصی نظام کے دائرے میں رہ کر بہت ہی
افسوس اندر سے ہی کہتا تھا۔ اگر چہ ہم ان دوروں کا بحث مباحثہ
کریں گے تو ہم پہلے پہل اس زمانے کے قلمکاروں شاعروں
اور ادیبوں مطلب دانشوروں کے تاثرات پڑھیں گے۔ جس
کے پڑھنے سے ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ کیا اُن دنوں دانشور
طبقہ شخصی راج کے خلاف آواز بلند کرتے تھے یا اپنے قلم میں
کچھ نہ کچھ فرماتے تھے لیکن اگر چہ ہم غور سے جائزہ لیں گے تو

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

غزل پڑھ کر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ کئی دانشور اور شاعر شخصی راج کے خلاف اپنے قلم سے تذکرہ بیان کرتے رہے۔

شخصی دور اور عوامی دور کو قائم و دائم رکھنے کے لئے دو اہم ستون اُردو زبان میں پیدا ہوئے۔ غالب شخصی دور میں ایک بہت ہی غزل گو اور قابل ترین قلمکار ثابت ہوئے ہیں۔ جمہوری طرز کو قائم دائم رکھنے کیلیئے ہم علامہ اقبال کو کبھی بھی بھول نہیں سکتے۔ علامہ اقبال نے اپنے قلم سے انگریزی سامراج کے خلاف انقلاب کا تذکرہ بیان کیا جس کا احترام تمام دُنیا کے لوگ ان کے قلم پر تا حیات کرتے ہیں۔

خیر ہم علامہ اقبال اور مرزا اسد خان غالب کے شخصیات کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتا سکتے ہیں آج تک تمام دانشوروں نے ان دونوں کے بارے میں وقتاً فوقتاً اپنے قلم سے تاثر بیان کئے ہیں۔ لیکن کئی دانشوروں نے علامہ اقبال

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

اور مرزا اسد اللہ خان غالب کے قریبی وابستگی کے بارے میں کچھ لکھا ہے۔ لیکن ان دونوں کے قلم کو نزدیک لاکر مختلف تذکرہ بیان کیا ہے۔ میں آج انہیں کے کئی اشعار کے بارے میں نزدیکی وابستگی ادب نواز دوستوں کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

پہلے پہل ہم قفس اور قید کے لفظ کے بارے میں تذکرہ بیان کریں گے۔ اگر ہم قید کے لفظ کو مطلب نکالتے ہیں تو کہیں گے ہم قید ہیں۔ مطلب ہم کسی شخص کے زیر اہتمام کام کرتے ہیں۔ یا تو سزا سنائی گئی ہے اس سزا کے تحت ہمیں قید ملا ہے۔ دوسرا اگر ہم گھر میں بھی بیٹھتے ہیں تو وہاں پر ہمیں بڑوں کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہمیں گھر میں کوئی بزرگ کوئی ایسی بات کہیں یا کوئی حکم نامہ ہم پر صادر کریں جو کہ ہمارے لئے اچھا نہیں ہے جس کو کہ ہم مسترد کرتے لیکن گھر کا احترام اور بزرگی کے ناطے ہمیں حکم نامہ منظور کرنا پڑتا ہے اور منظور

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کرتے کرتے ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم کسی بزرگ کے زیر اہتمام قید ہیں۔ اور قید خانے کی طرح یہ کام نبھاتے ہیں اسی طرح سے اگر ہم لفظ 'قفس' کے بارے میں سوچیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قید خانہ ہیں گو قفس کو پنجڑا کہتے ہیں۔ جب ہم کسی جانور کو پنجڑے میں دیکھتے ہیں اور تماش بین کے طرح یہ کہتے ہیں کہ یہ جانور آزاد نہیں ہے اور اس سے مالک نے بند کیا ہے۔ کیا پرندے کو پرواز کرنے کی آزادی نہیں ہے کس مالک، نے اسے پنجڑے میں رکھ کر غلام بنایا ہے جب یہ پنجڑے سے میں آزاد ہوتا ہے تو اپنے پرواز کا رُخ آزادی کے انداز سے ہر ایک لوگوں کے سامنے نظر آتا ہے۔

خیر مرزا اسد اللہ خان غالبؔ نے یہ کچھ ماحول دیکھ کر اپنے قلم سے قید کے بارے میں اپنے اشعار یوں لکھے ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

قید حیات و بند اصل میں دونوں ایک ہے
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

قفس میں مجھ سے رودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

قید میں ہے ترے وحشی کو وہی زُلف کی یاد
ہاں کچھ اک رنج گر انباری زنجیر بھی تھا

آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف
ٹوٹے پڑے ہیں حلقہ دامِ ہوائے گل

قید ہستی سے رہائی معلوم
اشک کو بے سروپا باندھتے ہیں

قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھیں روزن دیوانہ زنداں ہو گئیں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

قفس میں ہوں گر اچھا بھی نہ جائیں میرے تیون کو
میرا ہونا برا کیا ہے تو امتحانِ گلش کو

ان شعروں کو پڑھ کر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شاعر شخصی راج کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتا ہے لیکن اپنے قلم سے کچھ نہ کچھ ذکر کرتے ہیں مندرجہ بالا اشعار سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے کبھی بھی قید خانے اور قفس کے لفظ کو تعریف میں نہیں فرمایا بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاعر کھلم کھلا فرماتے ہیں ہر ایک کو آزادی میسر ہونی چاہیئے اور کسی کو غلامی کا محتاج نہیں بننا چاہیئے۔

اگر ہم اس دور کے شاعر مشرق کے کلام کو سنجیدہ طور سے دیکھیں تو علامہ اقبال بھی فرماتے ہیں کہ وہ شخصی راج کے خلاف اپنا قلم استعمال کرتا ہے۔ اقبال نے کبھی بھی انگریزی سامراج کے حق میں نعرہ نہیں دیا اگرچہ اقبال نے ہم کئی نظموں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کو غور سے پڑھیں گے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ علامہ اقبال لفظ قفس کے خلاف وقتاً فوقتاً اپنے قلم سے تحریک لوگوں کے سامنے اُبھر آتا ہے۔ علامہ اقبال نے بہت سے غزلیں بھی لکھی ہیں لیکن ان کا قلم نظموں کے حیثیت سے ادبی حلقوں میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے ایک نظم میں شعر یوں فرمایا جیسا کہ:۔

قید ہے دربار سلطان وسبستانِ وزیر
توڑ کر نکلے گا زنجیرِ طلائی کا اسیر

دوسرے نظم وصال میں یوں شاعر فرماتے ہیں:۔

قید میں آیا تو حاصل مجھ کو آزادی ہوئی
دل کے لٹ جانے سے میرے گھر کے آزادی ہوئی

علامہ اقبال وطنیت کی نظم میں مندرجہ ذیل شعر فرماتے ہیں:۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
وہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی
ہے ترک وطن سنتِ الٰہی
دے تو بھی نبوت صداقت پر گواہی
گفتارِ سیاحت میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوت وطن اور ہی کچھ ہے

اگرچہ ہم قید کے اشعار اور قفس کے اشعار دونوں شاعروں کے جوڑیں گے تو مطلب یہی ہے کہ دونوں قلمکار انقلاب چاہتے ہیں اور لوگوں کا رہن سہن آزادی سے دیکھنا چاہتے ہیں دونوں شاعر شخصی راج کے خلاف اپنے قلم سے تذکرہ بیان کرتے ہیں۔

خیر خیال اپنا اپنا لہجہ مختلف علامہ اقبال اور مرزا اسد اللہ خان غالب کی شخصیت ادبی حلقوں میں الگ الگ گنی جاتی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ہے۔ لیکن قلم کے حساب سے اور دونوں کے اشعاروں کے اتفاق سے ہم دونوں کو انقلابی لہجے کا شاعر تصور کر سکتے ہیں۔

خیر بیسوی صدی کے شاعروں نے بھی قفس اور قید کے بارے میں کچھ اشعار مختلف دوروں میں فرمائے ہیں۔ مثلاً

عرش ملسیانی

یکم جون 1968ء میں شرار سنگ کے کتاب میں فرماتے ہیں۔

دام و قفس کے سلسلے کیوں نہ بڑھائیں ہر طرف
جن کے چمن پہ خیر سے برق ابھی گری نہیں

آرزو لکھنوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

قید کو توڑ کے نکلا جب میں اُٹھ کے بگولے ساتھ ہوئے
دشتِ عدم تک جنگل جنگل بھاگ چلا ویرانہ بھی

علی سکندر جگر مرادآبادی فرماتے ہیں:

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کیا طریقہ ہے یہ صیاد کا اللہ اللہ
ایک کو قید کیا ایک کو آزاد کیا

خیر ہم یہ کہہ سکتے ہیں دانشور طبقہ ہر ہمیشہ کے لئے غلامی کے خلاف رہا ہے اور رہے گا بھی کسی بھی دانشور طبقے نے غلامی کا ساتھ نہیں دیا اور آزادی کے حق میں ہی اپنے قلم سے وضاحت کی ہے اگرچہ ہم بیسوی صدی کے دوسرے کسی بلند پایہ شاعر کا تذکرہ کریں گے تو وہ بھی آزادی کے ہی حق میں اپنا قلم استعمال کرتا ہے۔ جیسے کہ

قید سے آکر وہ نکلا شہر میں
کوئی چرچا کوئی آرائش نہ تھی

(حسب اللہ حامد کشمیری)

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ایک لفظ پر مختلف اشعار

بہت سے غزلیں نظمیں پڑھ کر ہمیں احساس ہوتا ہے کہ شاعر ایک باہنر قلم کے اختیار کرتا ہے جس سے اس کے ردیف اور قافیہ سے ہم حیران ہوتے ہیں۔ شاعری اور نثر نگاری میں کافی فرق ہے لیکن شاعری کے ہنر جو ہم پڑھتے ہیں یہ بہت ہی مشکل ہے آج کل بہت سارے شاعر آزاد نظم اور آزاد غزل اپنے اپنے قلم سے مرتب کرتے ہیں لیکن آج کل کے دور میں ان کے اس خیال کو بہت سے ادیب تسلیم کرتے ہیں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کئی ادیب مخالف اس ہنر پر رہتے ہیں۔ لیکن جہاں تک ایک تنقید نگار کا خیال ہے یہ بھی ایک ہنر تسلیم کی جاتی ہے۔

خیر اگر ہم تمام شاعروں کا مجموعہ کلام پڑھیں گے تو ہم ان شاعروں کا خاص الفاظ دہراتے شعروں میں پڑھیں گے لیکن کئی شاعر غزل گو نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے خیالات نظم کے صورت میں لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ ان کی نظمیں آزاد بھی ہوتی ہیں اور ردیف اور قافیہ کے صورت میں بھی پڑھتے ہیں، اگر چہ ہم پڑھنے والوں سے کہیں گے کہ آپ کس قسم کا قلم پسند کرتے ہو تو زیادہ سے زیادہ پڑھنے والے اس بات پر متفق ہمیں کریں گے کہ جو شاعر اپنا کلام ردیف اور قافیہ میں لکھتا ہے انہیں کی تصنیف کو ہم زیادہ پسند کرتے ہیں۔ آزاد نظم اور غزل کہنے پر بھی ایک مشکل سی لکھنے والے کو پیدا ہوتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ردیف اور قافیہ سے ہی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

شاعری کا ہنر مکمل ہو سکتا ہے۔ الفاظ کا استعمال کرنا اور ان کو کس انداز سے نظم اور غزل میں بیان کرتے ہیں ہم آزاد غزل اور نظم میں لکھنے والے کی لکھائی پر بہت ہی حیران ہوتے ہیں خیر ہمیں آزاد نظم اور غزل پر بھی حیرانگی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ بھی شاعر کی ایک ہنر تسلیم کی جاتی ہے اس میں بھی وزن کا خیال شاعر کو رکھنا پڑتا ہے۔ روانی غزل نہیں اور نظم نہیں بلکہ باوزن کلام صرف ردیف اور قافیہ کے بغیر کلام پڑھتے ہیں ورنہ شاعر کا ایک بہت بہترین ہنر تسلیم کی جاتی ہے۔

ہمیں جب کسی شاعر کے کلام پر نظر پڑھتی ہے اور پڑھتے پڑھتے گہرے انداز سے ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ شاعر کبھی کسی شعر میں معشوق کی تعریف کرتا ہے اور کسی شعر میں مخالفت با مخالفت کرتا ہے۔ اگرچہ غزل کا مفہوم عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے برابر ہیں لیکن شاعری میں عشق مجازی اور عشق حقیقی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کا رُجحان تنقید نگار اور پڑھنے والوں کو دیکھنا پڑتا ہے۔ شاعر کبھی نظم کسی الفاظ پر یا کسی تصور پر لکھتا ہے اور یہ دونوں صورت دیکھ کر ہم حیران ہوتے ہیں کہ کس طرح ردیف اور قافیہ میں ایک کہانی شاعر نے ادبی حلقوں کے سامنے بیان کی ہے۔ کبھی ہم کسی وقت جب ہم کسی شاعر کا کلام پڑھتے ہیں غزل ہو یا نظم ہو ہم پورے انداز سے نہیں سمجھتے، اس میں بہت سے ایسے الفاظ شاعر نے استعمال کئے ہوتے ہیں جن سے پڑھنے والے کو کسی ماہر استاد کے پاس جا کر مطلب سیکھنا پڑتا ہے۔ لیکن آج کل کے دور میں غزل اور نظم بتانا بہت ہی آسان ہے لیکن پھر بھی پڑھنے والے کسی وقت ٹھیک طریقے سے نہیں سمجھ سکتے ہیں عموماً ہم نے پایا کہ بیسویں صدی کے دور میں شاعری کا رجحان خواہ وہ غزل کی صورت میں ہو یا نظم کی صورت میں۔ ان دونوں صورتوں میں آسان طریقے کی شاعری پڑھنے والے پڑھتے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation, Chandigarh. Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

ہیں پھر بھی الفاظ کا بہت ہی گہرا پن دیکھتے ہیں۔

مختلف الفاظ پر مختلف شاعروں نے اپنے اپنے شعروں میں مختلف خیالات لکھے ہیں لیکن آج تک بہت سے اُردو کے محققین نے انہی مختلف الفاظوں کے بارے میں تذکرہ بیان کیا ہے جیسے کہ کئی تنقید نگاروں نے دل، آنکھیں، اشک، حسن، پر شاعروں کے شعروں کے بارے میں تذکرہ بیان کیا ہے۔

لیکن میں نے تحقیق کیا ہے کہ میں ہوا، دریا، وطن، چمن کے بارے میں ان الفاظ کے مختلف شاعروں کے رُجحان پڑھوں۔ پڑھ کر مجھے محسوس ہوا کئی شاعروں نے مختلف الفاظ کو استعمال کر کے کئی مختلف اشعار لکھے ہیں۔ ان اشعاروں میں سے بہت سے شاعروں کا کلام میں اس کتاب میں درج نہیں کرتا ہوں بلکہ بیسویں صدی کے چیدہ چیدہ شاعروں کا کلام بیان کرتا ہوں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

مثلاً ہوا کے بارے میں مندرجہ ذیل اشعار بیان کرتا ہوں۔

ہوا شب کی فصیلوں کو بھگوے
میرے خیمے کی چادر کیوں نہ روے

نذیر آزاد

ہوا کے دوش پہ جاتا ہے کاروانِ نفس
عدم کی راہ میں کوئی پیادہ پیانہ ملا

یاس بگانہ چنگیزی مرزا واجد حسن

قفس اداس ہے یارو صبا سے کچھ تو کہو
کہیں تو بہر خدا آج ذکر یار چلے

فیض احمد فیض

کیوں شاخ گل پہ غنچہ وگل تھے لہو لہو
بادِ بہار دیر تلک سوچتی رہی

رضا امروہوی

ان چار شعروں کو پڑھ کر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ شاعروں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

نے ایک الفاظ پر مختلف باتیں بتائی ہیں۔ اگر ہم نذیر آزاد کے شعر کو غور سے پڑھیں گے تو ہم یہ کہیں گے کہ شاعر نے شب کی ہوا پر بہت ہی اچھا تذکرہ بیان کیا ہے۔ غزل میں یہ شعر بتا کر شاعر کہہ رہا ہے کہ جب وہ شبِ غم کی حالت میں بہت ہی پریشان رہا تو پھر جدائی کے لہجے میں بیٹھ کر کہا کہ اے شب تیرے ہوا سے ہی میں خوش رہوں۔ لیکن جب شادی کے وقت دلہا دلہن کے بارات پر شام کے وقت سجاوٹ کی جاتی ہے تو بہت سے تجیروں کو بچھا کر مہمانوں کے لئے سجاوٹ کی نزاکت دیکھائی جاتی ہے۔ تو اس وقت بہت ہی گرمی محسوس ہوتی ہے شاعر خود اپنے لہجے میں اس شعر کو کہہ رہا ہے کہ ان تجیروں سے ہوا کی لمس بھی نہیں آتی ہے۔ جب ہوا محسوس ہوتی ہے تو ہمیں فصیلوں کے ساتھ وابستہ کرتا ہے۔

اسی طرح سے دوسرے شاعر نے ہوا کے بارے میں یہ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

شعر فرمایا ہے کہ

ہوا کے دوش پہ جاتا ہے کاروانِ نفس

عدم کی راہ میں کوئی پیادہ پیانہ ملا

یہاں پر اس شعر میں ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ہوا لفظ ہے ہوا ماحول بھی ہے جب کوئی کاروبار کر رہا ہے وہ اپنے نفس کو پالتا ہے اور نفس کو پالن پوسن کے لئے وہ کئی رکاوٹوں کا سامنا کرتا ہے کسی وقت ماحول کے حساب سے کچھ نہیں ملتا ہے اور ماحول کے مطابق ہی اپنا نفس پالتا ہے۔ لیکن الفاظ کو ہوا استعمال کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ کس طرح سے اس الفاظ کو دوسرے طریقے سے شعر میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح سے فیض احمد فیض فرماتے ہیں:۔

قفس اداس ہے یارو صبا سے کچھ تو کہو

کہیں تو بہر خدا آج ذکر یار چلے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

فیض احمد فیض ایک انقلابی شاعر تصور کیا جاتا ہے اور غریب لوگوں کی دھڑکن کے احساس پر اپنے قلم سے ان کے تذکرہ بیان کیا ہے۔ مطلب غریب عوام کے اپنا قلم استعمال کیا ہے، شاعر کہتا ہے کہ اگر چہ ہم غلامی سے اداس رہے پھر بھی صبح کے ہوا سے کچھ نہ کچھ گرم لہو محسوس ہوا۔ اور تو بہر خدا کے پاس جا کر ہمیں یار کا ذکر ضرور کرنا ہے۔ مطلب جب ہم آزاد ہو جائیں گے ہمیں غلامی کے بارے میں بہت کچھ بتانا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ ہمیں کس طرح سے غلامی کے ماحول سے زنجیر پہنائی جاتی تھی اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صبح کی ہوا کو شاعر نے آزادی کا ماحول اس شعر میں تذکرہٗ بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ جب ہم پنجڑے میں بیٹھے ہیں یا کوئی جانور پنجڑے میں بند ہوتا ہے وہ پنجڑے سے آزاد ہونے کے لئے اپنے آہ وزاری خدا سے کرتا ہے کہ اے خدا صبح کی ہوا جب آپ

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

نے لوگوں کو فراہم کی تو اُس وقت راحت محسوس کرتے ہیں۔

خیر ہم شعر کے لفظ ہوا پر بحث کر رہے ہیں لیکن ہم ہوا کے لفظ کو بہت سے طریقوں سے جوڑ سکتے ہیں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہوا کو ہم ماحول کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں جیسے کہ شاعر نے کہا

کیوں شاخ گل پہ غنچہ و گل تھے لہو لہو
بادِ بہار دیر تلک سوچتی رہی

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب بہار میں ہوا محسوس کرتے ہیں تو ہم گلوں کا رنگ دیکھ کر یہ سوچتے ہیں کہ اس صبح کے ہوا سے گلوں میں نئے قسم کا خون یا شبنم میسر ہوا ہے۔ لیکن اگر ہم بادِ بہار کو اس طرح سے جوڑیں جیسے کہ جمہوری دور میں لوگ کسی وقت احتجاج کسی بات پر کرتے ہیں اور سرکار پر اپنے مطالبات منوانے کے لئے احتجاج کے ذریعے دباؤ ڈالتے ہیں جب وہ احتجاج اختتام پذیر پہنچتا ہے تو حکومت بھی ان کے مطالبات

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

پر غور کرتے ہیں۔تو لوگوں کو مسرت پیدا ہوتی ہے۔اس مسرت کے لہر کو ہم اس لہجے سے کہیں گے کہ ''بادِ بہار دیر تلک سوچتی رہی'' اب جو اس احتجاج میں اراکین کام کرتے تھے جنہوں نے جیت حاصل کی کیوں نہ ہم ان کو اس آدھے شعر سے تعریف کریں ''کیوں شاخِ گل پہ غنچہ و گل تھے لہولہو'' جب ان دونوں کے مطلب ایک شعر کو اس طرح مرتب کریں کیوں

کیوں شاخِ گل پہ غنچہ وگل تھے لہو لہو
بادِ بہار دیر تلک سوچتی رہی

ہم ہر ایک شعر کے الفاظ کو مطلب کے لحاظ سے ہزاروں مطلبوں میں کہہ سکتے ہیں، اگرچہ شاعر نے کسی خاص بات پر شعر کا ذکر کیا ہو لیکن ہزاروں مطلب نکل سکتے ہیں۔ ہوا پر بہت سارے شاعروں نے شعر لکھے ہیں لیکن لکھتے لکھتے انہوں نے لفظ ہوا کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ اس لفظ کو دوسرے مطلب

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کے ساتھ بھی جوڑا ہے۔ خیر ہم اس بات پر مطمئن ہیں کہ شعر کسی بھی لفظ پر مرتب کیا جاتا ہے اس میں ہزاروں مطلب نکل سکتے ہیں۔

اب ہم دریا کے بارے میں کچھ اشعار یوں فرماتے ہیں:۔

تھے بلاوے سارے دریا پار کے
اور دریا پار کوئی بھی نہ تھا

حامدی کاشمیری

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

خواجہ الطاف حسین حالی

دریا پر میں نے بہت سے شعر پڑھے ہیں لیکن یہی دو مندرجہ بالا شعروں کا انتخاب کیا ہے کیونکہ بیسویں صدی کے شاعروں کا خیال اور ان دو شاعروں کا شعر میں نے انتخاب کیا اگرچہ دریا پر بہت سے شعر شاعروں نے بتائے ہیں لیکن کئی شاعروں نے نظم

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

بھی دریا پر مرتب کی ہے۔ ان دو شاعروں کے تعلقات خیالات بتانے ہیں کہ لفظ دریا پر یہ دو شاعر اپنی رائے کیا بتاتے ہیں۔

اگرچہ ہم حامدی کاشمیری صاحب کے شعر پر رُجحان ڈالیں تو شاعر فرماتا ہے

تھے بلاوے سارے دریا پار کے
اور دریا پار کوئی بھی نہ تھا

پہلے پہل ہم شاعر کو صوفی ازم کے بارے میں بھی اس شعر کو جوڑتے ہیں جیسے کہ فرماتے ہیں کہ یہاں سے جب ہم رخصت ہو جائیں گے تو ہمیں دوسرے عالم میں دریا ہی نظر نہیں آئے گا یا تو یہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے وہاں کا بلاوا آئے گا تو میں اس وقت دریا پار کر کے کوئی اور نیا دریا دیکھوں۔

اگرچہ ہم دریا کو معشوق کے ساتھ جوڑتے لیکن تنقید نگار اس بات پر یقین نہیں کریں گے کیونکہ دریا معشوق نہیں بن سکتا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

دریا دریا ہے خیر میں دریا کو اسی لئے معشوق کہہ رہا ہوں کیونکہ دل کے جدائی سے معشوق ہمیں رُلاتا ہے اس کے رُلانے پر ہمارے دل میں اور آنکھوں میں دریا پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے معشوق کو دریا کے تشبیہ دے کر کہہ رہا ہوں کیونکہ شاعر حضرات اپنے شعر میں کہہ رہے کہ جب میں اپنے معشوق کے ساتھ ملوں یا وہ مجھے بلائے تو اس کے بعد اس کے دل اور آنکھوں میں کوئی دریا پیدا نہیں ہوگا۔ خیر اپنا اپنا خیال اور شاعر کا اپنا تصور۔

اب ہم اُردو ادب کے مشہور شاعر اور تنقید نگار پر روشنی ڈالتے ہیں جو کہ اُردو ادب میں غزل گو بھی مانا جاتا ہے اور نظم گو بھی وہ دریا کے اشعار کے لفظ پر اپنے شعر میں یوں فرماتے ہیں:۔

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

خواجہ الطاف حسین حالی فرماتے ہیں جب بھی ہم طوفان دیکھتے ہیں یا طوفان کا نظارہ دیکھنے کے لئے دریا کے کنارے پر بیٹھتے ہیں تو اس وقت ہم طوفان سے ڈرتے ہیں اگرچہ ہم کشتی میں نہیں سوار ہیں پھر بھی ہم ہوا کے لہروں سے ڈرتے ہیں۔ شاعر کہہ رہا ہے کہ دریا کے موج کو لہروں سے ضرور گننا چاہیئے اس وقت خود بخود جو بھی کشتی دریا میں دیکھتے ہیں اور کشتی چلانے والا کہہ رہا ہے کب میں اس منزل پر پہنچوں جہاں کنارہ ملے۔ مطلب اگر کشتی دریا کے درمیاں نظر آئے گی تو طوفان کے دوران پار کرنا بہت مشکل ہے۔

اب ہم اس شعر کو دوسرے انداز میں بھی بیان کر سکتے ہیں۔ مطلب دریا کے لفظ کو دریا کے ساتھ نہیں جوڑتے۔ لفظ دریا ایک انقلاب سا تصور کرنا ہے۔ حالی کے دوران جنگ آزادی کا ماحول ملک میں پایا جاتا تھا لوگ انگریزی سامراج

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

کے خلاف نعرے بلند کرتے تھے۔ اسی لئے ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ حالی نے اس شعر میں لوگوں کو اشارہ دیا ہوگا کہ ہمیں آزادی کے لئے جدوجہد کرنی لازماً ہے جیسا کہ خود حالی صاحب فرماتے ہیں کہ دریا لوگوں کا انقلاب تصور کرنا چاہیئے۔ اسی لئے جب انقلاب سے گذر جائیں گے تو ضرور طوفان محسوس ہوجائے گا۔ اوراسی طوفان میں جو بھی رہنما اس طوفان کی قیادت کرتا ہوگا وہ خود کہے گا کہ کشتی میرے ہاتھ میں ہے اوراس کو پار کرانا لازماً ہے۔ اور یہی مطلب ہے کہ آزادی کا پرچم انگریزوں کے چنگل سے آزاد ہوکر لہرانا ہے۔ مطلب دریا کے لفظ کو ہم دریا کے ساتھ تشبیہ نہیں دیتے۔ دراصل اس میں دریا کو ہم ایک کاروانِ جنگ آزادی کے جدوجہد کے لئے بتا سکتے ہیں۔ اگرچہ ہم دریا کو عشق اور حسن کے رنگ میں ڈالیں گے تو اس صورت میں بھی اس شعر کا

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

مطلب ٹھیک طرح سے نکل سکتا ہے۔

اب ہم چمن کے بارے میں کئی مختصر شعر بتائیں گے لیکن لکھنے سے پہلے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ چمن کے بارے میں انہی دو شاعروں نے شعر چمن کے الفاظ پر اردو الفاظ جوڑے ہیں۔ لیکن اردو ادب میں ہزاروں کے تعداد میں مختلف مختلف شاعروں نے چمن کے بارے میں ہزاروں شعر لکھے ہیں کئی شاعروں نے چمن پر مختلف مختلف نظمیں مرتب کی ہے۔ غزل میں الفاظ شعر جوڑنا ایک عجیب سی بات محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ غزل میں معشوق کو چمن کے ساتھ وابستہ کرنا ایک عجیب سی بات لگتی ہے۔ کیونکہ ہم نے یہ پہلے ہی کہا کہ غزل کا مطلب ہے عورتوں کے ساتھ باتیں کرنا۔ لیکن اس دور میں نئے طرز کے غزل کی ترتیب پر یہ بحث مختصر ہوئی ہے۔ چمن کے بارے میں مندرجہ ذیل اشعار:۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

خزاں آنے پہ گلشن سے ہجرت کر کے کیوں جاؤں
چمن میں سوکھے پیڑوں کی طرح جینے کا فن سیکھوں

کوثر صدیقی

روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتشِ گل سے چمن تمام

حسرت سید فضل حسین

پہلے پہل ہم نے یہ کہا کہ جب شاعر کوئی غزل مرتب کرتا ہے تو مرتب کرتے کرتے مطلع کو پہلے لکھتا ہے اور اس مطلع کے حساب سے دوسرے اشعار مقطع تک جوڑتا ہے۔ مطلب ردیف اور قافیہ کے بحر کے انداز سے غزل لکھتا ہے۔ وزن کا بھی خیال رکھتا ہے شاعر نے یہ شعر غزل میں لکھا ہے اور اس شعر کو میں نے اسی لئے ادب نواز دوستوں پڑھنے والوں کے سامنے رکھا ہے تاکہ وہ یہ سمجھے کہ غزل میں چمن کا اشعار شاعر

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

کس لہجے پر جوڑتا ہے۔ مطلب چمن کا مفہوم ایک ہے اور چمن کے ساتھ معشوق کا خیال جوڑنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے کئی شاعر شعر کو بحر میں لانے کے لئے اور اشعار کو بڑھانے کے لئے کسی وقت الفاظ ایسا استعمال کرتے ہیں جو کہ غزل کے مطلع کے حساب سے نہیں سجتا ہے لیکن تنقید نگار تنقید کرنے پر خاموش رہا ہے جیسے کہ شاعر اس شعر میں فرماتا ہے کہ:

خزاں آنے پہ گلشن سے ہجرت کر کے کیوں جاؤں
چمن میں سوکھے پیڑوں کی طرح جینے کا فن سیکھوں

اگر ہم گہرے انداز سے سوچیں گے تو یہ صاف ظاہر ہے کہ جب بہار کا وقت اختتام پر پہنچتا ہے تو ہم بچپن سے ہجرت ہی مانتے ہیں مطلب بہار میں جب خوشی کا منظر ہی نہیں دیکھا تو خزاں میں خوشی کا منظر دیکھنے سے کیا فائدہ۔ جب چمن میں سوکھے پیڑ دیکھنے میں آئیں گے تو ہم قدرت پہ شکوہ کریں

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

گے کہ جب بہار کا وقت تھا تو اس وقت ہم نے سرسبز پودے نہیں دیکھے۔ کیونکہ ہم کسی غم میں مبتلا تھے۔ جس کی وجہ سے ہم نے بہار کی رونق ہی نہیں دیکھی لیکن اگر ہم شاعر کے اس الفاظ کو چمن با چمن کے ساتھ جوڑیں گے اور الفاظ کے مطلب کے حساب سے جوڑیں گے تو شاعر حضرات صحیح کہتا ہے کہ جب ایک غریب مفلس کو اپنے ملک میں روزگاری دستیاب نہیں ہوگی اور اس کے خیال حب الوطنی کے ساتھ نہیں رہے۔ اگر ملک میں تمام کے تمام خوشیاں مناتے ہیں ان خوشیوں کا مناظر وہ سوکھے پیڑوں کی طرح اپنے سوچ میں گنتا رہے گا اور اپنے چمن کے بارے میں آہ وزاری ہی آہ وزاری کرنے لگے گا۔

لیکن اگرچہ ہم غزل کے رجحان کے شعر کے مطلب پر سوچیں گے تو ہم یہ کہیں گے اے معشوق میں بہار میں آپ کے آمد کیلئے ترستا رہا لیکن آپ نے میرے ساتھ ہجرت ہی قائم ودائم رکھی

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مطلب جدائی میں دونوں زندگی بسر کرتے رہے۔ جب ہم دونوں زندگی بسر کرتے رہے تو میں ایک دن پھولوں کے چمن میں بیٹھا وہاں پر ہر ایک پیڑ سر سبز تھے لیکن جدائی کے ناطے میرے خیال میں اور آنکھوں میں یہ سر سبز پیڑ نہیں تھے بلکہ جدائی کے ناطے میرے آنکھوں میں یہ سوکھے ہی سوکھے پیڑ نظر آئے۔

کہنے کا مطلب ہے کہ شاعر اپنے شعر میں بہت سے الفاظ شعروں میں استعمال کرتا ہے لیکن ان الفاظ کا مطلب لغاتی طور پر فراہم نہیں ہوتا ہے بلکہ اس میں ہمیں شعر کے مطابق مطلب نکالنا پڑتا ہے۔ اگرچہ معلوم ہے چمن لفظ کس کو کہتے ہیں لیکن شعر میں چمن کا لفظ لغاتی طور فراہم نہیں ہوتا ہے۔ ہمیں اس کا مطلب خود بخود ڈھونڈنا پڑتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل شعر فرماتے ہیں:۔

روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتشِ گل سے چمن تمام

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

جب ہم اس شعر کا مفہوم پڑھیں گے تو ہم یہ کہیں گے کہ محفل معشوق کے بغیر نہیں سجتی ہے اگر معشوق محفل میں حاضر نہیں ہوگا تو ہم آتش گل سے چمن تمام کہیں گے مطلب وہ اس محفل کو ٹھکرائیں گے کیونکہ جب کہ محفل میں معشوق موجود ہی نہیں اس کی غیر حاضری پر تمام کے تمام گل آتش نظر آئیں گے۔ اگر چہ ہم اس مفہوم کو اس مطلب کو دوسرے انداز میں فرمائیں تو ہم یہ کہیں گے کہ شاعر کہہ رہا ہے کہ جب ملک میں سربراہی نہیں ہوگی تو اس چمن میں ویرانی ہی ویرانی نظر آئے گی جو بھی ملک کی قیادت کرے گا وہ گلوں کو سجا کر ہی رکھے گا سجاوٹ سے ہمیں چمن کی خوبی نظر آئے گی اور خوبی دیکھ کر ہم خود بخود کہیں گے کہ چمن میں اچھی انجمن ہونے کے ناطے تمام کے تمام گل اچھے نظر اور سرسبز دیکھائی دیتے ہیں۔

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

G.M. College of Education
Raipur, Bantalab
Jammu
Acc. No. 9636
Dated. 30.9.11

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

مندرجہ ذیل اُردو زبان میں جو کتاب آج تک مصنف نے لکھی ہے
وہ آپ کو مدیر انگریزی ہفت روزہ اخبار ''ڈیمو'' کے دفتر سے مل سکتی ہے۔

(۱) عنوان تلاش
قیمت:-/220 روپے

(۲) ہے عالمی تذکرہ باقی
قیمت-/390 روپے

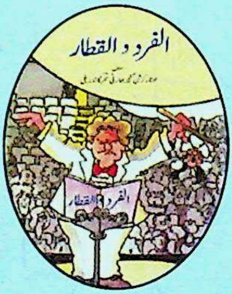

(6) الفرد والقطار
قیمت-/250 روپے

اوتار کرشن گنجو
بھارتی سحر گاندربلی

(۳) کوہِ تخیل
قیمت-/475 روپے

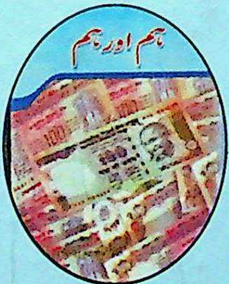

(۵) ہم اور ہم
قیمت:-/990 روپے

(۴) تختِ جمہور
قیمت-/630 روپے

CC-0 Agamnigam Digital Preservation Foundation,Chandigarh.Funding by IKS-MoE-2025-Grant

Printed JK Offset Printers Garaiya street Jama Masjid Delhi 110006